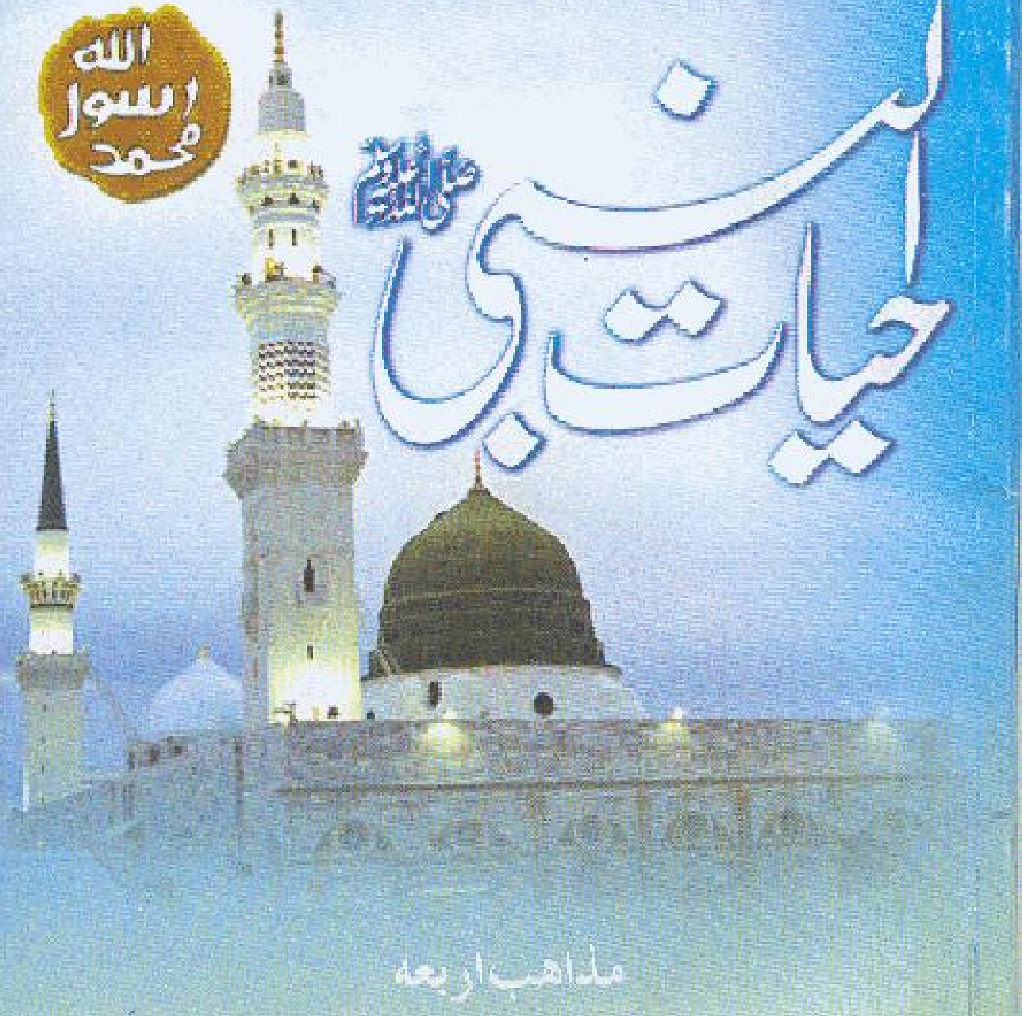
حیات النبی ﷺ



مذاہب اربعہ

اہلسنت والجماعت کی نظر میں

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور حیات مرکب ہے عقیدہ اور عمل سے اس لئے اس ضابطہ حیات کے اجزائے ترکیبی تین ہیں۔

اول: کتاب اللہ جو اللہ کی طرف سے اس کے آخری رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ نازل کی گئی اس کتاب کے الفاظ کی حقیقی تفسیر دین کی بنیاد ہے۔

دوم: کتاب اللہ کی علمی تشریح اور اس کے الفاظ کا صحیح مفہوم جو اس کتاب کے لانے اور بندوں تک پہنچانے والے نے بیان فرمایا۔ رسول کریم کتاب اللہ کے پہلے اور حقیقی مفسر ہیں کیونکہ آپؐ نے قرآنی الفاظ کا وہی مفہوم پیش کیا جو کتاب کے نازل کرنے والے نے آپ کو سمجھایا۔ کما قال تعالیٰ۔ انا انزلنا الیک الکتب لتحکم بین الناس بما اراک اللہ

سوم: اس کتاب الٰہی کے الفاظ اور ان کے مفہوم کے عملی تعبیر جو اس معاشرے سے معلوم ہوتی ہے جو مزکی اور بے مربی نے اپنی تربیت سے خود تیار کیا ان تینوں اجزاء کے اصلاحی نام یہ ہوئے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور تعامل امت۔

ان تینوں اجزاء میں باہم توافق اور تطابق ضروری ہے اور واقعی وہ موجود ہے، لہٰذا کتاب اللہ وہی ہے جسے محمد رسول اللہؐ نے کتاب اللہ کے عنوان سے اپنی نگرانی میں قلمبند کروایا اور جس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا۔ اگر اس کتاب کے علاوہ جو ہمیں تواتر سے پہنچی، کسی اور کتاب کو کتاب اللہ کے نام سے پیش کیا جائے تو وہ مردود ہے۔

اسی طرح اس کتاب کی مستند علمی تفسیر وہی ہے جو محمد رسول اللہؐ نے خود فرمائی، قرآن کے

الفاظ کی جو تفسیر اس نبوی تفسیر سے ذرا بھی مختلف ہوگئی وہ تفسیر نہیں تحریف ہے لہٰذا مردود ہے،

اسی طرح قرآنی الفاظ اور نبوی تفسیر کی روشنی میں اعمال کی جو صورت متعین ہوئی اور جس ہیئت میں اس مزکی اعظم نے ایک معاشرہ تیار کیا اس کے خلاف کوئی عملی تعبیر قابل قبول نہ ہوگی اور وہ مردود شمار ہوگی۔

تعامل امت کے پھر تین درجے خود نبی کریمؐ نے متعین فرما دیے

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم

بہترین زمانہ میرا عہد ہے پھر میرے صحابہؓ کا پھر وہ زمانہ جو صحابہؓ کے زمانے سے متصل ہے۔

ان تین زمانوں کے بعد جمہور مجتہدین کا دور ہے جس کو سواد اعظم نے اختیار کیا اور اس کی حفاظت کی۔

تعامل امت ہی ایک مستقل تواتر ہے جس کو تواتر توارث کہا جاتا ہے قرآن کے الفاظ ان الفاظ کا حقیقی مفہوم اور اس کی عملی تعبیر ہمیں اکابر اور اسلاف سے بطور توارث ملی ہے۔ اس ورثہ کو نبی کریمؐ نے اللہ تعالیٰ سے لیا اور آپؐ نے صحابہؓ کو اس میراث کا امین بنا کر ان کے سپرد کیا۔ صحابہؓ نے کتاب اللہ کے الفاظ اور انکی نبویؐ تفسیر دونوں کی حفاظت کی اور پوری دیانتداری سے دوسری نسل کو یہ ورثہ منتقل کیا۔

اس حقیقت کی نشاندہی کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری نے زیر آیت

واعتصمو بحبل اللہ جمیعا الخ ارشاد فرمایا.

بحبل اللہ جمیعا اذا کان حال من فاعل واعتصمو امعناہ حال کونکم مجتمعین فی الاعتصام یعنی خذوا فی تفسیر کتاب اللہ وتاویلہ مااجتمع علیہ الامتہ ولا تذھبوا الی خبط ارائکم علی خلاف الاجماع.

واعتصمو بحبل اللہ جمیعا میں جمیعاً جب فاعل واعتصموا سے حال واقع ہو اتو

یہ معنی ہوں گے کہ سب مل کر چنگل لگاؤ یعنی اللہ کی کتاب کی تفسیر اور مطلب وہ لو جس پر پوری امت کا جماع اور اتفاق ہو چکا ہے اور اسی پر عمل کرو اور اجماع امت کے خلاف اپنی خود آرائی کے خبط کا شکار ہونے سے بچو۔

مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ کے الفاظ کی تفسیر اور مفہوم کی عملی تعبیر جو اجماع امت سے تواتر کے طور ہر عہد بہ عہد منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے اس سے ہٹ کر قرآن کے الفاظ کی تفسیر کرنا یا عمل کی کوئی تعبیر کرنا خبطی اور خود رائی ہونے کی دلیل ہے۔

اس تفصیلی حقیقت کا خلاصہ کیا خوب بیان کیا گیا ہے۔

ھا انا بری من مقالته صورت مخافة لاية من آيات الله اور سنة قائمة من رسول الله صلى عليه وسلم او اجماع القرون المشهود لها بالخير ومختاره، جمهور المجتهدين ومعظم سواد المسلمين

''خبردار کان کھول کر سن لو میں ہر اس قول سے بری ہوں جو کسی آیت قرآنی کے مخالف صادر ہوا ہو یا صحیح سنت رسول اللہ کے مخالف ہو، یا سلف صالحین کے اجماع کے خلاف ہو جن کے خیر پر ہونے اور مستند ہونے کی خبر خود رسول اللہ کریمؐ نے دی ہے اور اسکو جمہور مجتہدین اور سواد اعظم اختیار کیا۔

اسلام کو سمجھنے کے لئے اور اسلام کے مطابق صحیح عملی زندگی بسر کرنے کے لئے یہ بنیادی اور راہنما اصول ہے جس کی خاصی وضاحت کردی گئی ہے اس اصول سے ہٹنے کی دو صورتیں ہیں اول الحاد

ا: الحاد (ا) الملحد هم الذين يولون فى ضروريات الذين لاجراء اهواهم (فيض البارى 473:4)

ملحد وہ ہیں جو ضروریات دین میں تاویل کریں تاکہ ان کی دل پسند صورت کے مطابق دین کی شکل بن سکے۔

یعنی اپنی خواہش کے مطابق ایک عقیدہ تیار کرلیا پھر اس عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے قرآنی آیات کی من مانی تاویلیں کرنا اس عمل کا نام الحاد اور ایسا کرنے والا ملحد ہے۔

۲: زندقہ (۲) وان اعترف اظاھرا و باطنا لکنه تفسر بعض ماثبت بالضرورة بخلاف مایفسره الصحابة والتابعون واجتمعت الامة علیه فهوزندیق (فیض الباری ۱: ۷۱)

''اگر قرآن کو ظاہر اور باطن ماننے کا اعتراف کرتا ہے لیکن قرآن کی تفسیر وہ کرتا ہے جو اس تفسیر کے خلاف ہو جو صحابہ نے اور تابعین نے کی اور امت کا اس پر اجماع ہوا تو ایسا کرنے والا زندیق ہے''

اصول دین یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ کو اللہ تعالیٰ کا کلام تسلیم کرلے، ان الفاظ کی تفسیر جو صحابہؓ نے نبی کریمؐ سے سیکھ کر بیان کی اسے سند تسلیم کرے اور اس کی تفسیر اور عملی تعبیر جو صحابہؓ نے سکھائی اور امت کا اس پر اجماع ہوا ہے سند تسلیم کرے تو وہ مسلمان ہے اور اگر قرآن کے الفاظ کو من جانب اللہ ہونے کا اعتراف تو کرے مگر ان الفاظ کی تفسیر اپنی من پسند کرے اور بھی ایسی ہو جو نہ تو نبی کریمؐ نے کی نہ صحابہؓ نے کی نہ اس پر اجماع امت ہوا بلکہ تینوں کے مخالف ہو تو یہ عمل زندقہ ہے اور ایسا کرنے والا زندیق ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صرف یہ دعویٰ کردینا اور اس بات پر مطمئن ہو جانا کہ میں قرآن بیان کررہا ہوں اور یہ نہ دیکھنا کہ جس پر قرآن نازل ہوا اس نے کیا بیان کیا تھا جس لوگوں کی اس نے تربیت کی ان کو اس کا مطلب کیا سمجھایا تھا اور جمہور اس کا مطلب کیا سمجھتے رہے، بلکہ یہ سمجھنا کہ قرآن یہی ہے جو میں سمجھ رہا ہوں، یہ دراصل قرآن پر ایمان نہیں بلکہ اپنی سمجھ پر ایمان ہے اور یہ رسولؐ پر ایمان نہیں بلکہ اپنے آپ کو رسالت کے مقام پر کھڑا کرنے کے مترادف ہے اور نبی کریمؐ کے تیار کردہ معاشرہ صحابہؓ کرام کی راہ سے الگ اپنی ایک راہ متعین کرلینا دراصل نبی کریمؐ کی تربیت پر عدم اعتماد کا ثبوت ہے، حالانکہ خود اللہ کی کتاب اس طرز عمل کو اختیار کرنے والوں کو

ایسی وعید سناتی ہے کہ کلیجہ کانپ جاتا ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن یشاقق الرسول من بعد ماتبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المومنین نوله ماتولی ونصله جهنم وساءت مصیرا (۴:۱۱۵)

''ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جس نے رسول خدا کی مخالفت کی اور اہل ایمان کی راہ ترک کر کے نئی راہ نکال لی تو ہم اسے اسی راہ پر چلنے دیں گے جس پر وہ چل رہا ہے مگر اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت برا ٹھکانہ ہے''

ظاہر ہے کہ مثالی اور معیاری سبیل المومنین صحابہؓ کرام کا راستہ ہے اور قرآن کا جو مطلب رسول کریمؐ نے سمجھایا ہے اس کے خلاف معنی پہنانا رسولؐ کی مخالفت کے سوا کیا ہے مگر اس کا نتیجہ وہی جو کافر کے لئے مقرر ہو چکا ہے تو ایسا کرنا دائرہ اسلام سے نکل جانا نہیں تو اور کیا ہے یہ طرز عمل مجموعہ ہے قرآن کی مخالفت، رسولؐ کی مخالفت، صحابہؓ کی مخالفت اور اجماع امت کی مخالفت کا ان چار مخالفتوں کے ہوتے ہوئے جہنم سے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

بڑے دکھ کی بات ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ایک گروہ بڑے اہتمام سے منظم ہو کر یہ چہار گانہ خطرہ مول لے رہا ہے اور ستم ظریفی یہ کہ اس الحاد اور زندقہ کو اصلی اور ٹکسالی اسلام قرار دیکر ان تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیئے چلا جا رہا ہے جو رسول کو قرآن کا مستند مفسر اور صحابہؓ کو رسول کریمؐ کی تیار کردہ مثالی جماعت قرار دیتا ہے اور لطف یہ کہ اس کام کو تجدیدی کارنامہ سمجھا جا رہا ہے اور یہ حضرات اپنے آپ کو مجدد سمجھ رہے ہیں ہاں ایک لحاظ سے یہ درست ہے کہ کام تو تجدیدی ہے مگر تجدید الحاد اور زندقہ کی ہو رہی ہے جو کوئی قابل تعریف کوشش نہیں کہی جا سکتی اور اگر ان حضرات کی تصانیف اور بیانات کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے الحاد اور زندقہ پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کئی باطل فرقوں کے عقائد جمع کر کے اپنے ملغوبہ تیار کیا ہے اور اس پر ایک نظر فریب لیبل چسپاں کر دیا اشاعت توحید وسنت بلکہ اپنے آپ کو توحیدی کہلانے لگے ان کے

عقائد کا کچھ اجمالی تذکرہ کیا جاتا ہے ممکن ہے کہ ان کے نہاں خانہ دل کے کسی گوشے میں اللہ کے خوف اور آخرت کی جوابدہی کی کوئی رمق باقی ہو تو شاید اپنے رویے پر نظر ثانی کرنے پر امادہ ہو جائیں۔

ا۔ اگر اس گروہ کے بطل جلیل محمد حسین نیلوی اور محمد امیر صاحب کی کتاب شفاء الصدور صفحہ ۳۔۲ پر ان کا بنیادی عقیدہ بیان ہوا ہے۔

عقیدہ نمبرا:

ویعلم ان الحجۃ فی قول النبیؐ اوفعلہ اوتقریرہ دون اقوال الرجال اولھا منھم وکشوفھم وقیاسھم ومنامھم وما ذکرنا فی ھذا الباب منھا اقوال لرجال ومنھا افعالھم ومنھا کشوفھم ومنھا منامھم ثمہ منھا موضوعۃ ومنھا منکرۃ واما اخبار الرسول الصحیحۃ قلیلۃ جداً فاین التواتر وتلک القلیۃ ایضاً ساقطۃ اومؤلۃ اذھی تخالف النصوص وعمل الصابۃ.

”معلوم ہے کہ حجت ہے قول رسول اللہؐ یا فعل رسولؐ یا تقریر رسولؐ اس کے علاوہ دوسرے لوگوں کے اقوال ان کے الہام، کشف، قیاس اور خوابین جن کا ہم نے اس باب میں ذکر کیا ہے حجت نہیں ہیں وہ یا تو لوگوں کے اقوال ہیں یا فعال ہیں یا کشف ہیں یا خوابیں ہیں پھر ان میں سے بعض موضوع بعض منکر ہیں رہی بات احادیث رسول اللہؐ کی صحیح حدیثیں پہلے تو تعداد میں نہایت قلیل ہیں لہٰذا تواتر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور وہ قلیل حدیثیں بھی ساقط الاعتبار ہیں کیونکہ وہ نصوص اور عمل صحابہؓ کے خلاف ہیں“

اس بیان میں بڑی دانشورانہ فنکاری سے کام لیا گیا ہے اور اصول تدریج سے خوب فائدہ اٹھایا گیا ہے وہ یوں کہ ابتداء اس سے کی کہ۔

(ا) دین میں حجت تو صرف نبی کریمؐ کا قول و فعل اور تقریر ہے اور بس اس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ بزرگوار کے دل میں نبی کریمؐ کے صحیح مقام اور منصب کا پورا پورا احساس موجود ہے۔

(۲) نبی کریمؐ احادیث نہایت قلیل ہیں جس سے یہ تاثر دیا گیا کہ نبی کریمؐ کے قول وفعل اور تقریر کی نشاندہی حضورؐ کی احادیث سے ہی ہو سکتی ہے یہی واحد ذریعہ ہیں مگر ساتھ یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ صحیح حدیثیں تعداد میں قلیل ہیں تا کہ قاری یہ سمجھے کہ اس کی وجہ سے ہم مجبور ہیں ان قلیل حدیثوں سے سارا دین کیسے اخذ کر سکتے ہیں۔

(۳) پھر فرمایا کہ جب صحیح حدیثیں نہایت قلیل ہیں تو تواتر کہاں سے آئے گا۔ ظاہر ہے کہ دین تواتر سے ہی ہم تک پہنچا ہے اور ان قلیل حدیثوں کی وجہ سے تواتر مفقود ہے لہٰذا حدیث سے دین کیونکر اخذ کیا جا سکتا ہے۔

(۴) اگلا قدم یہ ہے کہ جو نہایت قلیل تعداد میں صحیح حدیثیں موجود ہیں وہ بھی ساقط الاعتبار ہیں قاری کو یہاں پہنچا کر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ حدیث رسولؐ اس قابل ہی نہیں کہ اس سے دین اخذ کیا جائے۔

اس امر کا امکان تھا کہ کسی کے ذہن میں اگر سوال ابھرے کہ اگر حدیثیں صحیح ہیں تو ساقط الاعتبار کیوں یا انہیں صحیح نہ کہو یا ساقط الاعتبار نہ کہو، دوسرا سوال یہ ابھرتا ہے کہ صحیح حدیثیں جب ساقط الاعتبار ہیں تو کیا غلط حدیثیں ہی نا قابل اعتبار سمجھی جائیں۔

(۵) اس متوقع خطرہ سے بچنے کے لئے فرمایا کہ چونکہ یہ صحیح حدیثیں نصوص کے خلاف ہیں اور عمل صحابہؓ کے خلاف ہیں اس لئے ساقط الاعتبار ہیں۔ یہاں قاری کو یہ تاثر دیا گیا ہے، کہ دین میں حجت صرف نصوص اور عمل صحابہؓ ہے عام قاری کا ذہن مطمئن ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ واقعی بڑی ٹھوس بنیاد پر عقائد کی بنیاد رکھتے ہیں۔

مگر یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ نصوص سے کیا مراد ہے۔

اگر نص سے مراد قرآن کریم ہے تو کس نے بتایا کہ یہ اللہ کا کلام ہے ظاہر ہے کہ وہی بتا سکتا ہے جس پر قرآن نازل ہوا لیکن اس کی اخبار صحیحہ تو نہایت قلیل ہیں اس وجہ سے تواتر کا سوال پیدا نہیں ہوتا لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ قرآن کریم تواتر سے ہم تک نہیں پہنچا، پھر یہ کہ وہ صحیح احادیث

ساقط الاعتبار ہیں تو نبی کریم کی احادیث اگر موجود ہوں کہ یہ وہی قرآن ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کیا ہے یہ حدیثیں ساقط الاعتبار ہیں لہٰذا قرآن کا کلام الٰہی ہونا ساقط الاعتبار ٹھہرا، پھر نصوص کہاں سے آگئیں اور اگر نصوص کے دائرے میں قول و فعل و تقریر رسول کو بھی لے آئیں تو حضرت پہلے فرما گئے ہیں کہ وہ ساقط الاعتبار ہیں پھر وہ نصوص کونسی ہیں جن کو معیار بنا کر کھرے کھوٹے کا فیصلہ کیا جائے اور جی تخالف النصوص سے یہ راز کھلا کہ ان ملاحدہ کے نزدیک اللہ کے نبی نے عمر بھر ایک ہی شغل رکھا ہے کہ اللہ کی کتاب کی مخالفت کرنا ہے۔ (معاذ اللہ) یعنی اللہ نے رسول کیا بھیجا اپنا ایک مخالف پیدا کر دیا۔ پھر یہ راز کھلا کہ العیاذ باللہ کہ رسول کی حدیث یعنی قول و فعل تقریر تینوں قرآن کی مخالفت کی منظم کوشش ہے۔

آخر میں جس فنکاری کا اظہار کیا ہے وہ یہ کہ عمل صحابہؓ کھرے کھوٹے میں تمیز کرنے کا ایک مستند ذریعہ ہے۔ اس سے یہ تاثر دینا مطلوب ہے کہ ہمارے دلوں میں صحابہؓ کا صحیح مقام موجود ہے حالانکہ اوپر کے بیان سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ:

۱: رسول کی بات قابل اعتبار نہیں۔

۲: چونکہ وہ بات صحابہؓ کی زبان سے آگے منتقل ہوئی اور ساقط الاعتبار ہے تو صحابہؓ لازماً ساقط الاعتبار ہیں

۳: قرآن کریم اللہ کی کتاب نہیں کیونکہ اس کے ناقل رسولؐ اور پھر صحابہؓ ہیں جب ان دونوں کی بات ساقط الاعتبار ہے تو قرآن پر ایمان کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

یہ عقیدہ ان حضرات نے منکرین حدیث سے لیکر اس پر اپنی طرف گلکاری کر کے اپنا لیا ہے۔ ان بزرگوں کے بیان میں ساقطہ و مولہ کو اگر منطقی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ قضیہ مانعۃ الخلو ہے، مانعۃ الجمع نہیں ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول کریم کی احادیث مؤول اور ساقطۃ الاعتبار ہیں یعنی پہلے ان متجددین نے احادیث کی تاویل کی پھر اسے مساقط قرار دیدیا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حدیث رسولؐ ساقط الاعتبار، لہٰذا قرآن ساقط الاعتبار گویا پورا دین ساقط

الاعتبار یہ جو عمل صحابہؓ کو معیار قرار دے گئے ہیں وہ بھی ایک وقتی ضرورت تھی ورنہ اس ضمن میں ان کا عقیدہ نیلوی اور بندیالوی حضرات نے تسکین الصدور کا جواب لکھتے ہوئے اپنی معرکتہ الآراء تصنیف ندائے حق میں ص (۱۹) پر فرمایا۔

عقیدہ نمبر ۲:

مولانا موصوف کو تسکین لکھتے وقت یہ قاعدہ بھول گیا تھا کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں۔ اب تو یہ حقیقت سامنے آگئی کہ پہلے عقیدہ میں عمل صحابہ کا بیان ایک وقتی ضرورت تھی۔ اصل عقیدہ یہ ہے کہ صحابہؓ کا قول و فعل حجت نہیں۔ یہ ان عقیدہ ان مجددین الحاد نے روافض سے لیا ہے۔

یہ عقیدہ تو خیر ان بزرگوں نے جہاں سے لیا انہیں مبارک ہو مگر اس سے ایسے سوالات ابھرتے ہیں جن کے جواب دینے سے انسانی عقل عاجز ہے ممکن ہے یہ حضرات اپنی فنکارانہ صلاحیتوں سے کام لے کر کوئی جواب بنالیں۔

سب سے پہلا سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ قرآن حکیم کے منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا، اس دعویٰ کے عینی شاہد کون تھے؟ تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ آپ کے سامنے تین گروہ تھے اول اہل کتاب، یہود انصاریٰ، دوم مشرکین عرب، سوم صحابہ کرامؓ۔ اگر آپ نے محمد رسول اللہ کو اللہ کا آخری رسول تسلیم کیا، قرآن کو اللہ کی کتاب اور اسلام کو دین حق تو ان تینوں میں سے کس کے قول کو حجت قرار دے کر یہ اقدام کیا؟ صحابہؓ کا قول و فعل تو آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ اب فرمایئے کہ آپ نے مشرکین کے قول کو حجت قرار دے کر رسالت کا اقرار کیا یا اہل کتاب کے قول کو سند بنا کر قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کیا۔ اگر آپ نے اسلام، رسالت اور قرآن کا سرے سے اقرار ہی نہیں کیا یہ سب آپ ایکٹنگ ہی کر رہے ہیں تو اس سوال کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہی نہیں ہاں اتنا ضرور عرض کریں گے کہ آپ نے بہت مدت تک یہ ڈرامہ رچایا، ایکٹنگ کرلی اور اب اپنے اصل روپ میں سامنے آیئے، اور اگر آپ نے ان حقائق کا اقرار کیا ہے جس کی توقع کم ہی ہے تو اس بات کی وضاحت فرمادیجئے کہ آپ نے یہ سب

کچھ مشرکین کی پیروی میں کیا یا اہل کتاب کی بات مانی کیونکہ صحابہؓ سے تو آپ کا کوئی تعلق نہیں اس لئے ان کا قول وفعل تو آپ کے نزدیک حجت نہیں۔ اگر آپ نے مشرکین کے نقش قدم پر چلنا ہی مستند سمجھا تو ظاہر ہے کہ آپ محمد رسول اللہ کو نبی اور رسول قطعاً تسلیم نہیں کر سکتے بلکہ آپ حضورؐ کو معاذ اللہ ساحر اور کاہن ہی سمجھتے ہوں گے۔ کیونکہ مشرکین یہی کہتے تھے اور آپ کے نزدیک مشرکین عرب کا قول وحجت ہے تو رسالت پر آپ کے ایمان کا طول وعرض معلوم ہو گیا۔

اور اگر آپ نے اہل کتاب کے قول وفعل کو حجت مان کر یہ سوانگ بھرا ہے تو پھر آپ اپنے حضرت (معاذ اللہ) محمد رسول اللہ کو دجال سمجھتے ہوں گے اور اپنا سخت دشمن جانتے ہوں گے کیونکہ اہل کتاب حضور کو یہی کچھ کہتے اور سمجھتے تھے۔

محمد رسول اللہ کو رسول تسلیم کیا تو صحابہؓ نے قرآن کو اللہ کی آخری کتاب تسلیم کیا تو صحابہؓ نے اسلام کو دین برحق تسلیم کیا تو صحابہؓ نے اور آپ کے نزدیک صحابہؓ کا قول وفعل حجت نہیں لہذا صاف ظاہر ہے کہ آپ کو رسول اللہ سے کوئی تعلق نہ قرآن سے کوئی واسطہ نہ اسلام سے کوئی رشتہ، آپ بس توحیدی ہیں۔

آپ کی یہ توحیدیت بھی ایک معمہ ہے توحید معتبر وہ ہے جو اللہ نے محمد رسول اللہ کو سکھائی اور محمد رسول اللہ نے صحابہ کو سکھائی۔ آپ کے نزدیک احادیث رسول ساقطۃ الاعتبار، صحابہ کا قول و فعل حجت نہیں پھر آپ نے یہ توحید سیکھی کہاں سے؟ دنیا میں توحید کے مدعی اور بھی بہت سے لوگ اور فرقے ہیں۔ مثلاً سب سے بڑا موحد تو ابلیس کو سمجھا جاتا ہے اس کی توحید ایسی سخت تھی کہ خود اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود غیر اللہ کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا۔ جبھی تو اس کے عقیدت مند یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ۔

شیطان وابوجہل کی عظمت کی قسم

سو بار غلامی سے بغاوت بہتر

اس لئے یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی توحید کا ماخذ ابلیسی توحید ہے کیونکہ محمد رسول اللہؐ

سے آپ کا توحید سیکھنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ محمد رسول اللہؐ سے سیکھنے کے لئے رسول اللہؐ اور امت کے درمیان جو واسطہ ہے، وہ صحابہؓ کا ہے صحابہؓ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنا پڑتا ہے اور آپ کا عقیدہ ہے کہ صحابہؓ کا قول وفعل حجت نہیں آپ کی توحید کا اس توحید سے کوئی تعلق نہیں جو محمد رسول اللہؐ نے امت تک پہنچانے کے لئے صحابہؓ کو سکھائی۔

ممکن ہے کہ ابلیس کی توحید میں یہ جذبہ کارفرما ہو کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس حد تک غالب آ چکی تھی کہ غیر کی طرف نگاہ اٹھانا بھی اسے گوارا نہ ہوا اس اعتبار سے تو اس کا جذبہ قابل قدر ہونا چاہیے مگر اصل حقیقت اس کے جواب سے کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ انا خیر منہ یعنی اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کا احساس شدید ہونے کی وجہ سے توحید کا اظہار نہیں تھا بلکہ وہ چھپی ہوئی انانیت تھی جو انا خیر منہ کے جواب سے سامنے آ گئی جبھی تو رجیم ٹھہرایا گیا۔

ان بزرگوں کی توحید میں بھی وہی عنصر موجود ہیں چنانچہ ندائے حق صفحہ نمبر ۳۰۳ پر ارشاد ہے۔

''اگر جمہور کا یہی حال ہے تو ہم ایسے جمہور کی اتباع سے رہے۔

ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں۔ ہم جمہور کے عاشق نہیں ہم کو قرآن وسنت او ور اجماع مجتہدین کافی ہیں یہ جمہور زنبور کشف خواہین جنگلیوں کا مذہب ہے''

اس بیان میں تین امور کا اظہار ہے۔

ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے ہیں (مبارک ہو)

کھلی چھٹی ہے بشارت سن لو: نوله ما تولى ونصله جهنم وساءت مصيرا

دوسری بشارت میں من فارق الجماعته شبراً فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه

آپ کا بوجھ ہلکا ہوا تیسری بشارت۔ من شذ شذ فی النار، جہاں رہو خوش رہو

۲۔ ہم کو قرآن وسنت اور اجماع کو المجتہدین کافی ہے (ماشاء اللہ)

مگر یہ تو فرمایئے کہ قرآن آپ تک کس ذریعے پہنچا؟

رسول خداؐ کی صحیح حدیثیں بقول آپ کے نہایت قلیل پھر تواتر کہاں پھر جو صحیح حدیثیں ہیں وہ بھی ساقط الاعتبار پھر اسی قرآن پر کس بنا پر آپ کو اعتبار آ گیا۔

پھر رسول خداؐ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کسی طرح آپ تک پہنچ گئے مگر ان الفاظ کے مفہوم جو رسول خدا نے بتائے وہ راستے میں کہاں اٹک گئے۔

رہا سنت کا معاملہ، تو سنت قولی وفعلی کے عینی شاہد تو صحابہؓ ہیں اور آپ کے عقیدوں کے مطابق صحابہؓ کا قول وفعل حجت نہیں تو سنت آپ تک کیسے پہنچی؟

پھر اجماع مجتہدین کا نمبر آتا ہے وہ کونسے مجتہدین ہیں جس کا اجماع آپ کے لئے کافی ہے۔ کیا صحابہؓ کی جماعت میں مجتہد کوئی نہیں تھا؟ مجتہدین کا اجماع آپ کے لئے کافی ہے ان کے اجماع کی بنیاد کونسی ہے؟ اگر مجتہدین کے اجتہاد کی بنیاد احادیث اور قول وفعل صحابہؓ پر ہے تو وہ آپ کے نزدیک ساقط الاعتبار اور ناقابل حجت ہیں لہٰذا ایسے مجتہدین آپ کے لئے کافی کیا ہوں گے ان کا نام بھی سننا آپ کو گوارا نہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کے لئے وہی مجتہدین اور ان کا اجماع کافی ہے جو تواتر کے منکر اور قول وفعل صحابہؓ کے مخالف ہوں واقعی ایسے متبعین کے لئے ایسے مجتہدین ہی موزوں ہو سکتے ہیں لیجیے آپ نعرہ لگائیں۔

متفق گردید رائے بوعلی با رائے من

۲۔ یہ جمہور زنبور ہیں اور یہ جنگلیوں کا مذہب ہے۔

واقعی زنبور سے تو انسان کو دور بھاگنا چاہیے اور حضریوں کو بدویوں کے قریب بھی نہیں جانا چاہیے آپ ڈٹ جائیں اس اصول پر کہ

مستند ہے میرا فرمایا ہوا

''یہ جنگلیوں کا مذہب ہے'' دراصل ایک تلمیح ہے واقعہ یہ ہے کہ ندائے حق ۳۰۴ پر ارشاد ہے:

عقیدہ نمبر ۳:

ضعیف حدیث پھر عمل ایک جنگلی کا۔ جب صحابی کا عمل حجت نہیں تو جنگلی کے عمل کا کیا مقام ہے"

جنگلی کا اشارہ رسول کریمؐ کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت بلالؓ بن حارث مزنی کی طرف ہے، اور جس ضعیف حدیث کی طرف اشارہ ہے اس کا البدایہ والنہایہ ۷: ۹۲ پر پوری سند کے ساتھ نقل کیا ہے اور فتح الباری شرح بخاری ۳: ۴۸ اور وفا الوفا سمہودی ۲: ۴۲۱ مذکور ہے۔

پھر اس میں استدلال خواب سے نہیں بلکہ قول صحابی سے ہے اور اس پر صحابہؓ کا اجماع سکوتی ہے مگر آپ کو اجماع صحابہؓ سے کیا غرض ہے آپ کے لئے تو مجتہدین کا اجماع کافی ہے۔

صحابیؓ تو جنگلی ٹھہرا مگر جناب محمد حسین نیلوی صاحب چونکہ عروس البلاد نیلہ کے رہنے والے ہیں جہاں دن کے وقت بھی گیدڑ گھومتے رہتے ہیں اس لئے آپ کسی جنگلی کو اور وہ بھی صحابہؓ رسولؐ کیسے خاطر میں لائیں۔ ماسکو، واشنگٹن یا لندن کا کوئی مذہب شہری بات کرتا تو یہ تہذیب نو کے سپوت اسے مان لیتے جنگلی کی بات کون مانے کوئی ٹھکانہ ہے انانیت کا صحابیؓ رسولؐ پر جنگلی کی پھبتی کسی جائے۔ اہلبیت زندہ باد

عقیدہ نمبر ۴

ندائے حق ۱۳۵:

"پھر بیہقی کو صرف ایک صحابیؓ غیر معروف الفقہ والعدالت یعنی حضرت ابو ہریرہؓ ہی سے روایت ملی ہے"

لیجئے ایک تیر سے دو شکار۔ اول امام بیہقی کا مذاق اڑایا کہ ان میں اتنی سندھ بدھ نہیں تھی کہ صحیح اور غلط میں تمیز کر سکیں، مگر وہ مجبور تھے کیونکہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سکھائے ہوئے دین کو حضورؐ کے تربیت یافتہ صحابہ ہی سے لینے کے قائل تھے اگر انہیں یہ اصول معلوم ہوتا کہ صحابہؓ کا قول و فعل حجت نہیں تو آپ ہرگز ایسا نہ کرتے پھر دوہری مجبوری یہ تھی کہ یہ نادر اصول بھی

چودھویں صدی میں آکر وضع کیا گیا لہٰذا وہ معذور ہیں بات حضرت ابوہریرہ کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں تین سال رہے اور ایسے رہے کہ در سے اٹھے نہیں اور رسول کریمؐ فرائض نبوت ادا کرتے ہوئے مسلسل تین سال تک یعلمھم الکتب والحکمہ کے حکم کی تعمیل کرتے رہے اور ویزکیھم کے حکم کی تعمیل پر تین سال ابوہریرہؓ کا تزکیہ کرتے رہے مگر ابوہریرہؓ میں نہ دین کی سمجھ پیدا ہوئی نہ اتنا تزکیہ ہو سکا کہ عدالت کا وصف پیدا ہو جاتا، پھر وہ ۵۳۷۴ حدیثوں کی روایت کر گئے اور ناعاقبت اندیش، محدثین نے ان کی روایتوں کو اپنی کتابوں کی زینت بنادیا۔

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ ابوہریرہؓ کے غیر فقیہ اور غیر عادل رہ جانے میں قصور معلم اور مزکی کا ہے یا متعلم کا۔ نیلوی صاحب یہ عقیدہ بھی حل کر جاتے تو ایک اور احسان ہوتا، نیلوی صاحب کی نسبت نیلا سے مراد اگر وہ کوروہ نیلہ ہے جو چکوال سے مغرب میں نالہ سواں کے کنارے واقع ہے تو ماننا پڑے گا، نیلہ واقع تفقہ فی الدین کا گہوارہ اور عدالت کا مرکز ہے اور نیلوی صاحب نہایت ذہین طالب علم ہیں اور ابوہریرہؓ سے بڑھ کر ذہین اور نیلہ میں انہیں کوئی معلم اور مزکی بھی ایسا ملا جو معاذ اللہ نبی آخر الزماںؐ سے بڑھا ہوا تھا۔ حدیث میں عدالت راوی شرط ہے اگر عدالت نہیں تو حدیث قابل حجت نہیں یعنی ابوہریرہؓ کی ۵۳۷۴ احادیث قطعاً قابل حجت نہیں۔

اور اگر آپ کی نسبت نیلہ کوروہ سے نہیں بلکہ اس جانور سے ہے جسے پنجابی زبان میں نیلہ کہتے ہیں تو نیلوی صاحب معذور ہیں۔ صحابیؓ رسول کے متعلق اس سے بڑی گالی بھی دے دیتے تو بے جا نہ تھا۔ بہر حال صورت جو بھی ہے نتیجہ ایک ہی ہے جو پنجابی زبان میں ادا ہو سکتا ہے کہ ''ذات دی کونکرلی تے شہتیراں نوں جپھے''

چودھویں صدی کا ایک بر خود غلط مولوی اور استاد العلماء صحابی رسول حضرت ابوہریرہؓ پر یہ پھبتی کسے یہ سب روافض کی خوشہ چینی کے کرشمے ہیں۔

ان کے عقیدہ نمبر ۳۔۴ سے نتیجہ یہ نکلا کہ ان کا مذہب توحید نہیں بلکہ ''توہین'' ہے اس کی زد میں صحابیؓ آئے، احادیث رسول آئیں جمہور امت آئیں اندھے کی لاٹھی کی طرح گھماتے چلے

جاتے ہیں۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں

تڑپے ہیں مرغ قبلہ نما آشیانے میں

صحابہ رسولؐ کو جنگلی اور غیر فقیہ اور غیر عادل کہنا ان ہی لوگوں کا دل گردہ ہے مگر جب ایمان دل سے نکل جاتا ہے تو اس سے بڑی بڑی باتیں زبان سے نکلتی ہیں۔

اہل سنت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ الصحابۃ کلھم عدول اور نیلوی اینڈ کمپنی کا عقیدہ ہے کہ ابوہریرہؓ غیر فقیہ اور غیر عادل ہیں لہٰذا ثابت ہوا کہ ان بے چاروں پر اہل سنت کا اطلاق سراسر تہمت ہے یہ اس سے تہمت سے بالکل بری ہیں۔ ان کا اہل سنت سے دور کا تعلق بھی نہیں۔

اہل سنت سے ان کی بریت اور بیزاری کا مدار صرف اسی ایک روایت پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بنیاد تو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کے کئی اور ارشاد ہیں مثلاً۔

(۱) قال تعالیٰ. والسابقون الاولون من المجهاجرين والا نصار والذين اتبعوهم باحسان رضى الله عنهم روضوا عنه الخ (۹: ۱۰۰)

جن لوگوں نے سبقت کی یعنی پہلے ایمان لائے مہاجرین اور انصار میں سے اور جنہوں نے خلوص دل سے ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی''

رضائے الٰہی اور فوز عظیم کا مدار اتباع مہاجرین وانصار پر ہے اور وہ اتباع بھی ضابطے کی کاروائی نہیں بلکہ باحسان کی قید سے مقید یعنی پورے یقین اور خلوص قلب سے صحابہؓ کا اتباع کرو تو کامیاب مگر ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صحابہؓ کا قول وفعل حجت نہیں لہٰذا اتباع ممکن ہی نہیں لہٰذا قرآن کریم کی اس آیت سے یہ لوگ دستبردار

(۲) ان بنى اسرائيل تفرقتعلى اثنين وسبعين ملة و تفرق امتى على ثلاثة وسبعين ملة كلهم فى النار الاملة واحدة قالو من هى يارسول الله قال ما انا عليه واصحابى. بنی اسرائیل ۷۲ فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی مگر

سوائے ایک فرقہ کے سب جہنم کا ایندھن ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کونسا فرقہ ہے فرمایا جس روش پر میں اور میرے صحابہؓ چلے اس روش پر چلنے والا فرقہ جنتی ہوگا۔

اس انا علیہ واصحابی کا اصلاحی نام اہل سنت والجماعت ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ما انا علیہ یعنی جس عقیدہ اور عملی زندگی پر میں کاربند ہوں کہاں سے معلوم ہوگا، ان لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ صحیح احادیث رسول نہایت قلیل ہیں لہذا تواتر غائب پھر وہ جو قلیل ہیں وہ ساقط الاعتبار ہیں لہذا رسول کریم کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں (معاذ اللہ) پھر ما انا علیہ پر قائم رہنے کی کیا صورت ہوگی؟ ظاہر ہے کہ کوئی صورت نہیں، دوسرا جزو اصحابی یعنی میرے صحابہؓ کے عقیدہ عمل پر کاربند ہو مگر ان حضرات کے نزدیک صحابیؓ کا قول و فعل حجت نہیں لہذا ان کے لئے صحابی کا اتباع ممکن نہیں۔ لہذا یہ لوگ اہل سنت کی تہمت سے بری۔

(۳) قال اتبعو اسواد الاعظم من شذ شذفی النار.

مگر ان کا اعلان یہ ہے کہ ہم جمہور سے علیحدہ ہی اچھے رہے دوسرے لفظوں میں ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمارے لئے جہنم ہی ایئر کنڈیشنڈ ہے یعنی اہل سنت کو دور سے ہی سلام ہے۔

(۴) من خرج من الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه

بالشت بھر کا کیا کہنا ان لوگوں نے جماعت کے ساتھ رہنا اپنی توہین سمجھی، لہذا اب تو امت کو ان پر اہل سنت والجماعت کی تہمت لگانے سے باز آجانا چاہیے۔

عقیدہ نمبر ۵

ندائے حق ۵۲۔۲۵۱:

''کوئی عمل صحابہؓ کا ایسا دکھایئے جس سے ثابت ہو سکے کہ صحابہ حضورؐ کو زندہ در قبر سمجھتے تھے یا ان کی حدیث و روایت پیش کرو جس سے ثابت ہو کہ حضورؐ نے صحابہ کرام کو وصیت کی کہ میں مرنے کے بعد زندہ تو ہو جاؤں گا مگر مجھے زندہ در گور ہی رہنے دینا قبر سے مجھے نہ نکالنا۔

اس بیان میں ایک تو حیاۃ النبیؐ کا انکار ہے اور سچ پوچھئے تو یہ عقیدہ ان کے مذہب کی جان

ہے صرف ایک عقیدہ کے لئے ان لوگوں نے خرافات کا انبار لگا دیا اور ورق کے ورق سیاہ کر ڈالے جس کی تفصیل آئندہ صفحات پر پیش کی جا رہی ہے۔

دوسرا ان کی ڈھٹائی اور دریدہ دہنی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ حضورؐ کے لئے زندہ ''درگور'' کی ترکیب استعمال کی ہے، یہ ان کے ''مذہب توہین'' کا زندہ ثبوت ہے۔ جمہور اور صحابہؓ کی توہین سے ان کا جی نہ بھرا۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبیؐ کے لتے لینے شروع کیے۔ سچ کہا اکبر نے۔

حضرت کی یاوہ گوئی کچھ مستند نہیں ہے
کہنے کی ایک حد ہے بکنے کی حد نہیں ہے

''زندہ درگور'' کہنے والوں کو روضہ اقدس کی حیثیت کا علم کیونکر ہو سکتا تھا۔ ان کے ٹیڑھے دماغ میں ازخود یہ سیدھی بات نہیں آسکتی تھی اور کسی سے پوچھنا ان کی انانیت کے منافی تھا اور کوئی بتادے تو ان کے لئے ماننا ایسا ہے جیسے ہندو کو کلمہ پڑھانا۔

قرآن حکیم نے ایک اصول بتایا ہے:۔

والذین هاجروا فی الله من بعد ماظلموا لنبوئنهم فی الدنیا حسنة (۱۶ : ۴۱)

جن لوگوں نے ظلم سہنے کے بعد اللہ کے لئے وطن چھوڑا ہم ان کو دنیا میں اچھا ٹھکانہ دیں گے'' سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مہاجرین کے لئے جو حضور اکرمؐ کے غلام ہیں اعلیٰ جگہ کی بشارت ہے تو جس کی وجہ سے انہیں یہ سعادت نصیب ہوئی اس کے لئے کیا کسی ادنیٰ جگہ کا انتخاب ہونا تھا۔

عقل اگر ہو تو کہے گی ہرگز نہیں اور اگر رسول کی بات پر اعتبار ہو تو وضاحت ہو جائے گی کہ: مابین بیتی و ممبری روضته من ریاض الجنة ومنبری علی حوضی.

''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اور ایک میرا منبر میرے حوض پر ہے''

ظاہر ہوا کہ روضہ رسول اکرمؐ کی سب سے اعلیٰ جگہ ہے اس لئے تمام مسلمان یہ عقیدہ

رکھتے ہیں اور تمام مفسرین محدثین فقہاء اکرام و متکلمین اور اجماعی عقیدہ ہے کہ روضہ رسول ﷺ کی شان کعبۃ اللہ کرسی عرش اور جنت سے بھی اعلیٰ ہے یہ ٹکڑا جنت الفردوس سے یہاں لایا گیا ہے اور دنیا کے احکام ولوازمات اسی سے سلب کر لئے گئے ہیں برزخ کے احکام اس میں بدستور جاری ہیں۔

(دیکھیے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ) شامی، زرقانی، نسیم الریاض اور حیات برزخیہ اور ہر مسلمان حضور اکرم ﷺ کے اس ارشاد پر یقین رکھتا ہے بشرطیکہ مسلمان ہو کہ:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء

اللہ تعالیٰ نے یقیناً زمین کے لئے حرام قرار دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھائے۔

تو روضہ اقدس میں جسد اطہر مع روح زندہ ہیں اور چونکہ یہ جنت کا ٹکڑا ہے اور جنت کی کسی چیز پر تغیر و تبدل نہیں لہٰذا حضور اکرم ﷺ کے جسد و روح میں کسی قسم کا تغیر نہیں آ سکتا۔ جنت کی اس خصوصیت کا قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر ذکر موجود ہے۔

(۱) ان لک الا تجوع فیھا ولا تعری وانک لا تظمؤ فیھا ولا تضحی (۲۰:۱۱۹)

(۲) وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ (۵۲: ۳۲: ۳۳)

یہاں تم کو یہ آسائش ہوگی کہ بھوکا ہو گا نہ اس میں ننگا ہو گا اور نہ یہ کہ پیاسا رہو اور نہ دھوپ کھاؤ۔ اور کثرت سے میوے جو کبھی نہ ختم ہوں گے ان سے کوئی نہ روکے گا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ جسد اطہر روضہ اقدس میں زندہ ہے اس میں تغیر و تبدل محال ہے۔

روح اقدس مشاہدہ باری انوار و تجلیات باری میں اس قدر مستغرق ہوتا ہے کہ جسد اقدس بھی متاثر ہوتا ہے جیسا لوہا آگ میں ڈالا جائے تو لوہے کا رنگ اور آگ کا رنگ ایک ہی ہو جاتا ہے، بوجہ اثر اندازی روح کے بدن بھی روح کی شکل اختیار کر لیتا ہے روح بذات خود دنیا میں مکلف تھا جسد اطہر پر موت کا جو اثر ہوا وہ صرف استغراق کی حالت کی طرح ہوا، جیسے انبیاء دنیا میں سوتے تھے تو وہ حالت استغراق ہی کی ہوتی تھی ارشاد نبوی ﷺ ہے:

تنام عینای ولا ینام قلبی:

نیلوی صاحب کو اگر نبی کریمؐ کے ساتھ مسلمان کا سا نہیں بلکہ انسان کا سا بھی تعلق ہوتا تو زندہ درگو کی جگہ کم از کم زندہ در جنت الفردوس کہہ دیتے مگر۔

خدا کی شان ہے ناچیز چیز بن بیٹھیں
جو بے تمیز ہوں یوں باتمیز بن بیٹھیں

اگر نیلوی صاحب کو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ معلوم ہوتا تو کم از کم یہ جھوٹ موٹ کے اہل سنت بنے ہوئے ہیں ایسا کہنے سے کچھ تو حیا آتی، اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے

الانبیاء لایموتون بل ینتقلون من دارالی دار ای ینتقلون من دار الدنیا الیٰ دار البرزخ وھم احیاء فی عالم البرزخ یصلون و یتمتعون فیھا بل الموت جسر لھم الی الحبیب

انبیاء مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہوتے ہیں اور وہ برزخ میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اور فائدہ اٹھاتے ہیں بلکہ موت ان کے لئے ایک پل ہے جو دوست سے ملاتی ہے''۔

مگر نیلوی اینڈ کمپنی کی ساری مہم آرائی اس حقیقت کے خلاف محاذ قائم کرنے کی ہے وہ کیونکر اسے تسلیم کر سکتے تھے اور اصل میں ان کی مجبوری یہ ہے کہ رسولؐ کی توہین کے بغیر ان کی سکہ بند توحید کی تکمیل ہی نہیں ہو سکتی اور ہو بھی کیسے جب ان کے استاد اول نے اس کی بنیاد ہی اس پر رکھی تھی کہ انا خیر منہ کہہ کر پہلے ہی نبی کی تحقیر اور توہین کی طرح ڈالی تھی تو اس کے شاگردان خاص آخری نبی کی توہین سے اس کی تکمیل کیسے نہ کرتے۔

عقیدہ نمبر ۶:

مولوی اللہ بخش کی کتاب اربعین سے چند اقتباسات پیش کیے جاتے ہیں جو ان کے بنیادی عقیدہ کے مختلف اسالیب بیان ہیں۔

(ا) نبی کریمؐ عندالبقر صلاۃ وسلام قطعاً نہیں سنتے اور یہ عقیدہ نبی کریم کے نہ سننے کا یعنی عدم سماع جزو ایمان ہے اور جو شخص نبی کریمؐ کے سماع یا برزخ والوں کے سماع کا قائل ہے وہ کافر مشرک ہے بلکہ یہ عقیدہ یہود کا ہے''

(ب) نبی کریمؐ کے جسد اطہر سے روح کا کسی قسم کا تعلق نہیں ہے اور یہ عقیدہ تعلق روح کا بدن سے کافر بت پرستوں ہندوؤں کا ہے۔

(ج) جن حدیثوں میں سماع ہوتی ہے یا صلوٰۃ وسلام عندقبری نبی کریمؐ ثابت ہے وہ قول رسول نہیں من گھڑت حدیثیں اور من گھڑت قصے ہیں۔

(د) بعد موت ثواب وعذاب صرف روح کو ہوتا ہے جسد عنصری کو نہیں ہوتا نہ روح کا تعلق بدن سے ہے (یہ عقیدہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے)

(ر) نبی کریمؐ کو مدینہ منورہ میں مدفونہ قبر میں ماننا شرک ہے۔ (اربعین)

مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی اپنی کتاب دعوۃ الانصاف ص ۲۲ پر لکھتے ہیں۔

(ا) اس گروپ غلام خانی کے ایک صاحب جو مولانا عبداللہ درخواستی صاحب کا مرید تھا سے کہا کہ تمہارے پیر صاحب تو سماع عندالقبر شریف کے قائل ہیں ان کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے فوراً جواب دیا وہ بھی کافر تم بھی کافر جو بھی سماع کا قائل ہو سب کافر۔

(ب) مولوی سعید احمد چتوڑ گڑھی نے مجمع عام میں اعلان کیا ''نبی کریمؐ اپنی قبر پر پڑھا ہوا درود وسلام نہیں سنتے نہ سماع جسمانی نہ سماع روحانی۔ جو شخص سماع کا قائل ہو خواہ کسی تاویل سے ہو وہ قرآن حدیث اور شریعت کی رو سے بلا تاویل کافر مرتد ہے اور جو شخص سماع کے قائل کو کافر مرتد نہ سمجھے وہ بھی بلا تاویل کافر ہے نیز جو شخص اس مسئلہ کو فروعی کہتا ہے وہ بھی کافر ہے۔

(احمد سعید کی تقریر موضع کھلوال بہاولپور)

(ج) اس تقریر کے دوران احمد سعید نے کہا:

اگر نبی کریمؐ سماع کے عندالقبر کا قائل ابوبکر صدیقؓ ہو تو وہ بھی کافر ہے''

(د) صفحہ ۲۷ پر اپنے نام پر ''اشاعۃ التوحید والسنۃ کا خط نقل کیا ہے لکھا ہے:

''احمد سعید نے منافقانہ دستخط کر دیئے ہیں کہ سماع والے کافر نہیں اور شاہ صاحب (عنایت اللہ گجراتی) نے بالکل دستخط کرنے سے انکار کر دیا اور کہا میرا عقیدہ یہی کفر کا ہے اور محمد سعید کا یہی عقیدہ ہے۔

(ر) عنایت اللہ شاہ گجراتی نے خان گڑھ میں اپنی تقریر کے دوران کہا ''مشرک چار قسم کے ہیں اول یہود و نصاریٰ، دوم مشرکین، سوم بریلوی، چہارم دیو بندی جو سماع عند القبر کے قائل ہیں۔''

(س) مولوی عبدالعزیز لکھتے ہیں ''اس گروپ کے واعظوں نے نہ صرف مسلک کی سٹیج کو بدنام کیا بلکہ اپنے اکابر کو ایک مخمصے میں مبتلا کر دیا ہے، جگہ جگہ قائلین سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کو کافر مشرک کا فتویٰ دیا اور اہل توحید کو خانہ جنگی پر مجبور کر دیا''۔

(ط) دعوۃ الانصاف ص ۳۵ پر لکھتے ہیں۔

ہمارے ہاں شجاع آباد میں عنایت اللہ گجراتی اور احمد سعید توحید کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے سعید نے کہا ''بت نہیں سنتے خدا سنتا ہے۔ بت عام ہیں۔

خدا کے بنائے ہوئے ہوں جیسا حضورؐ یا لات منات کی مورتی''

عنایت اللہ شاہ نے تصدیق کی اور کہا یہ نوجوان میری کمی پوری کرے گا''

ندائے حق ص ۶۵ پر ارشاد ہے:۔

جو لوگ انبیاءؑ کی حیات حسنہ حقیقہ جسمانیہ عنصریہ کامل کے مدعی ہیں ان کا فرض تھا کہ انبیاء کو خصوصاً اپنے نبی کریم محمد رسول اللہ کو قبر مبارک سے نکال لیتے تاکہ لوگ بھی آپ کی زیارت سے مشرف ہو کر صحابیؓ کا درجہ حاصل کر لیتے اور مختلف مسائل کا تصفیہ حضورؐ سے کروا لیتے''۔

ان تمام اقتباسات سے اس علیحدہ گروہ کے اس مخصوص عقیدہ کی تکرار ظاہر ہوتی ہے جس کو ان لوگوں نے مدار کفر و ایمان قرار دیا اس کے علاوہ کچھ اور خرافات بھی ہیں جن کو بکواسات کے

علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) سماع موتی بالخصوص سماع صلوٰۃ وسلام عند القبر کا عقیدہ بلا تاویل کفر ہے

(۲) سماع موتی کا عقیدہ رکھنے والا خواہ ابو بکر صدیقؓ ہی کیوں نہ ہو وہ کافر ہے۔

(۳) سماع موتی کے قائلین کو جو کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے۔

(۴) بریلوی، دیوبندی دونوں مشرک ہیں۔

سماع موتی کے موضوع پر تفصیلی بحث اپنے مقام پر آ رہی ہے فی الحال یہ دیکھ لیا جائے کہ ان ملحدوں کی کفر سازی کی بمباری کی زد کس کس پر پڑتی ہے۔ اور اس سے بچتا کون ہے؟

(۱) حضرت ابو بکر صدیقؓ صلوٰۃ وسلام عند القبر النبیؐ کے قائل ہیں دیکھئے

"تنزیه الشریفته عن اخبار شیعته الموضوعة ۳۲۵

ولـه شـوا هـذا من حـديـث عبدالله بن مسعود عبدالله بن عباس و ابی هـريـرة اجـمـعـهـا البـهـيقی ومن حديث ابی بكرن الصديق اخرجه الديلمی من حديثها اخرج الحقيلی.

اس حدیث کے صحیح ہونے پر شواہد موجود ہیں عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حدیثیں ہیں جن کو بہقی نے دیلمی نے اور عقیلی نے اخراج کیا ہے"

وہ حدیث جس کی صحت پر اتنے گواہ پیش کئے گئے ہیں یہ ہے۔

من صلی علی عند قبری سمعتہ الخ "یعنی جو شخص میری قبر پر حاضر ہو کر مجھے درود بھیجے گا، میں سنتا ہوں"

معلوم ہوا کہ ان ملحدین کے نزدیک ابو بکر صدیقؓ کافر ہیں یہ ہے ان ملحدین کی رافضیانہ توحید کا شاہکار۔

حضرت صدیق اکبرؓ کے اس عقیدے کے متعلق یہ حقیقت ذہن میں رہے کہ آپ نے یہ

عقیدہ اپنے اجتہاد سے یا ذاتی رائے کی بنا پر نہیں اپنایا تھا بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سن کر، سماع موتی کے قائل ہوئے تھے اور صرف صدیق اکبرؓ ہی قائل نہیں ہوئے آپ کے بعد تمام علمائے امت اس کے قائل رہے، چنانچہ علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر ۳: ۴۳۸ پر فرماتے ہیں:

والسلف مجموعون علیٰ هذا قد تواتر الاثار منهم بان الميت يعرف بزيادة الحی له وليستبشر.

''سلف کا اس پر اجماع ہے ان سے متواتر روایات آچکی ہیں کہ میت زندہ زائر کو پہچانتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے''

اور مولانا عبدالحی لکھنوی نے شرح وقایہ ۲: ۲۵۳ کے حاشیہ پر فرمایا:

وروايات كثيرة فی كتب الحديث وامارد عائشة وبعض تلك الاحاديث فلم يعتمد به جمهور الصحابة ومن بعد هم:

''حدیث کی کتابوں میں کثرت سے روایت موجود ہیں حضرت عائشہؓ کے اختلاف اور بعض ایسی حدیثوں کو صحابہؓ اور تابعین نے اعتماد نہیں کیا''۔

یعنی سماع موتی کے عقیدہ کی بنیاد احادیث نبوی ہیں۔ اب آپ اندازہ لگائیں کہ ان ظالموں کے فتویٰ وکفر کی زد کس پر پڑتی ہے۔

۲۔ پھر جمہور صحابہؓ اور تابعین سماع موتی کے قائل ہیں تو ان ملحدوں کے نزدیک تمام صحابہؓ اور تابعین کافر ٹھہرے۔

ابن کثیر کی اس عبارت کے متعلق یہ کفر ساری پارٹی کہتی ہے کہ یہ عبارت الحاقی ہے کہاں سے معلوم ہوا؟ سنئے تفسیر ابن کثیر مکتبہ امیریہ میں یہ عبارت نہیں ملتی کیوں؟ اس لئے کسی ع، غ قسم کے ملحد نے خیانت سے کام لے کر یہ عبارت اڑا دی، ابن کثیر کے دو نسخے اصل موجود ہیں ایک وہ جو معالم التنزیل مطبع المنار مصر کے حاشیہ پر ہے دوم وہ جس کو مطبع دار الاحیاء الکتب العربیہ نے طبع کیا ان دونوں میں یہ عبارت موجود ہے۔ ان دونوں نسخوں میں نسخہ ملکیہ پر اعتماد کیا ہے اردو ترجمہ اسی

مکتبہ امیریہ کا ترجمہ ہے

۳ مندرجہ ذیل ۶۰ علما جن میں مفسر، محدث فقیہہ بھی شامل ہیں وہ سماع موتی کے قائل ہیں۔امام بخاری ،امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ، امام ابوداؤد، امام مالک، اماشافعی، امام احمد حنبل ابویوسف، امام محمد، امام طحاوی، ابن ابی شیبہ، ابوداؤد طیالسی، طبرانی، ابن شاہین، ابونعیم، ابن حبان، ابن عساکر، حکیم ترمذی، حاکم ابن سعد، بیہقی، ابن خزیمہ، ضیاء مقدسی، ابویعلی، محی السنۃ بغوی، درامی، دارقطنی، خطیب، سعید بن منصور، ابن مردویہ، ابن ابی الدنیا، دیلمی، ابن ابی حاتم، ابن نجار بزاز، ابن عدی، رافعی، ابن عرفہ، ابن الھویہ، ابن راھویہ، ابن جوزی، قاضی عیاض، عبدابن حمید، ابونصر، امام سنجری فی الامانۃ، ہروی، ابن مندہ، ابن السنی، دیلمی، طبری فی الریاض النظر، خطابی خفاجی، ابن حجر عسقلانی، امام نووی، صاحب سراج الوہاج، علامہ سندھی، امام شعبی، امام منیر شارح بخاری، علیہم الرحمۃ۔

حال کے ملحدین کے نزدیک یہ سارے حضرات کافر قرار پائے۔

۴۔المہند علی المفند'' جو علماء نے دیو بند کے اجماعی عقیدہ کی تاریخ دستاویز ہے اس میں مولانا خلیل احمد محدث اکابر دیو بند کا عقیدہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے،

نبی کریمؐ اور تمام انبیاءؑ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور برزخ میں ان کی حیات دنیوی ہے اور اس نقطہ نظر کی تائید کے لئے بانی دیو بند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی کتاب آب حیات کا حوالہ بھی دیا کہ علماء دیو بند کا یہ عقیدہ حیات انبیاء ان کے اسلاف سے بطور توارث ملا ہے کوئی انفرادی رائے یا وقتی ہنگامی فتویٰ نہیں ہے۔ جو حوادثات کے پیش آنے سے اتفاقاً سامنے آ گیا ہو۔اس طرح یہ مسئلہ اثبات حیات انبیاء بطرز مذکور سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ مسلم اور منعقد رہا ہے اور تمام علمائے دیو بند کا یہ اجماعی مسلک ہے جس سے کوئی فرد بھی منحرف نہیں ہے۔

یعنی چوتھے راؤنڈ پر ان ملاحدہ نے تمام اکابر دیو بند کو کافر قرار دیدیا۔

یہاں ایک اور عقدہ بھی حل ہو جاتا ہے یہ عین غین نیلوی بندیالوی پارٹی اپنی معاشی اور

معاشرتی ضرورتوں اور مجبوریوں کے تحت اپنے آپ کو دیوبندی کہلاتے ہیں، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اکابر دیوبند جب ان کی نگاہ میں کافر ہیں تو یہ لوگ اپنی دیوبندیت کی نسبت کس سے جوڑتے ہیں۔ جب دیوبندیوں کا کوئی ایک فرد بھی حیات انبیاء کے عقیدے سے منحرف نہیں تو یہ ملاحدہ کا ٹولہ جو صرف منحرف ہی نہیں ہوا بلکہ ان کو کافر قرار دے بیٹھا پھر بھی یہ دیوبندی ہی رہے، ثابت ہوا کہ ان پر جہاں اہل سنت والجماعت ہونے کی تہمت لگی ہوئی ہے وہاں دوسری تہمت دیوبندی کی بھی ہے حاشا وکلا یہ ہرگز دیوبندی نہیں ہیں ہاں منکرین حدیث اور رافضیوں سے ان کا اعتقادی شجرہ نسب ملتا ہے۔

۵۔ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء کو قاری محمد طیب صاحب کے پاس یہ لوگ مدرسہ عثمانیہ حنفیہ جمع ہوئے ایک تحریری معاہدہ ہوا جس کی عبارت یہ ہے۔

وفات کے بعد نبی کریمؐ کے جسد اطہر کو برزخ قبر شریف میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روضہ اطہر پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

دستخط محمد طیب حال وارد راولپنڈی

۲۲ جون ۱۹۶۲ء

دستخط قاضی شمس الدین۔

دستخط قاضی نور محمد

دستخط لاشئے غلام اللہ خان

یہ معاہدہ ایسی حالت میں ہوا کہ قاضی صاحبان اور لاشئے کے ہوش وحواس اس وقت قائم ٹھیک ٹھاک تھے۔ اسلئے:

اگر یہ دستخط سچ مچ کے تھے تو اس پارٹی کے نزدیک یہ تینوں حضرات کافر بلا تاویل قرار پائے اور جب "شیخ" کافر ہو گیا تو مرید سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

دوش از مسجد سوئے بت کانہ آمد پیر یا

چیست یاران طریقت بعد ازیں تدبیر یا

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ کافر شیخ القرآن بھی ہوا کرتے ہیں اس لئے پنڈت دیانند سرسوتی، اولڈ یکے، بیل رچرڈ بیل وغیرہ کو اگر کوئی شیخ القرآن سمجھے تو تعجب کی بات نہیں۔

۲۔ یہ دستخط محض دفع الوقتی کے لئے کڑی مچی کئے تھے تو دو صورتوں میں سے ایک صورت ہو سکتی ہے یعنی کہ نفاق کا لبادہ اوڑھا تو ان کا رشتہ عبداللہ بن ابی سے جا ملا یا تقیہ کی لوئی اوڑھی تو ان کا سلسلہ عبداللہ بن سبا سے جا ملا، بہر حال جو بھی صورت ہو ان شیوخ کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے نہ کوئی علم کلام کام دے سکتا ہے نہ کوئی تاویلات کا ہتھیار کام آسکتا ہے،

اس دستخطی لغزش کی توجیہ خود شیخ لاشے نے ایک موقع پر فرما دی،

واقعہ یوں ہے کہ ایک مرتبہ شیخ القرآن ڈھوک زمان داخلی چکڑالہ تشریف لائے تقریر کے بعد جو لوٹے تو قاضی عمر الدین صاحب مشایعت کے لئے ساتھ ہو لئے راستے میں شیخ سے سوال کیا ”نبی کریمؐ عند القبر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں یا نہیں؟ شیخ جی“ نے جواب دیا، ہم کو یہ بھی یقین نہیں۔ کہ آپ کا وجود مبارک صحیح موجود ہے یا مٹی ہو چکا ہے“ قاضی عمر الدین نے کہا تو پھر حیات النبیؐ کے موقع پر دستخط کیوں کئے تھے؟ شیخ نے جواب باصواب لاجواب فرمایا کہ ”کیا کرتے اگر دستخط نہ کرتے تو بندہ ایک بھی ساتھ نہ رہتا“

یہ ہے صاحب جواہر القرآن کی قرآن دانی کا جوہر، یہ ہے صاحب جواہر التوحید کی توحید کا حدود اربعہ، یعنی بندے ساتھ ہونے چاہئیں، ایمان رہے یا نہ رہے یہ توحید کے دعوے، یہ سنت کے نعرے، یہ شیخ القرآنی کے چرچے، یہ دیوبندیت کے پروپیگنڈے محض سوانگ ہیں، ایکٹنگ ہے کہ کسی طرح بندے اپنے گرد جمع کیے جا سکیں یہ ہے جواہر القرآن اور یہ ہے جواہر التوحید۔

روٹی تو کسی طور کما کھائے مچھندر

ان پانچ تکفیری بموں کے بعد وہ صفایا ہوا کہ دنیا سے مسلمانوں کا نام ونشان مٹ گیا،

لے دے کے رہ گئے تو بندیالوی نیلوی گجراتی اور چیتوڑگڑھی باقی رہے نام اللہ کا۔

ارے ظالموں! اپنے شیخ کو بھی کافر بنا کے چھوڑا ۔

تمہارا تھا دوستدار حالی اور اپنے بیگانے کا رضا جو
سلوک اس سے کیے یہ تم نے تو ہم سے کیا کیا نہ کیجئے گا

یہ تھا ان لوگوں کے شغل تکفیر کا ماحصل اب ہم ان کے ان ہذیات کا جائزہ لیتے ہیں جو اپنے اصل عقیدے کے ساتھ یہ لوگ ضمناً بیان کرتے رہے۔

ا۔ بچہ جمہورے نے کہا کہ ایک بت خدا کے بنائے ہوئے ہیں جیسے محمد رسول اللہؐ، بابا نے خوش ہو کر کہا یہ جوان میری کمی پوری کرے گا''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کوئی چیز بے مقصد نہیں بنائی جاتی یہ انسان کی فطرت ہے تو یہ تسلیم کرنا مشکل ہے کہ خالق انسان کوئی چیز بے مقصد بنائے۔

بت بنانے کا مقصد کیا ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے ظاہر ہے کہ پوجا پاٹ اور پرستش کے لئے ہی بنایا جاتا ہے اس کے بغیر اس کا کوئی مقصد نہیں البتہ زمانہ حال میں ایک اور مقصد وضع کرلیا گیا ہے اور وہ ہے ڈیکوریشن۔

اس اصول کے تحت ظاہر ہے کہ انسانوں نے جو بت بنائے وہ پوجا پاٹ کے لئے بنائے تو سوال یہ ہے کہ خدا نے بقول ان ملاحدہ کے جو بت بنایا کس مقصد کے لئے بنایا، اگر خدا پرانے خیال کا ہے تو اس کا مقصد بھی وہی پوجا پاٹ کرانا ہوگا اور اگر ماڈرن ہے تو اس کا مقصد ڈیکوریشن ہوسکتا ہے، بہرحال ان ملحدوں کے نزدیک محمد رسول اللہ کی حیثیت ان دونوں میں سے ایک ہے یا دونوں ہیں، اگر خدا نے یہ بت پوجا پاٹ کرانے کی غرض سے بنایا تو اس کی پوجا پاٹ کرنا عین رضائے خداوندی ہے اور پوجا کرنے والوں کی حیثیت مقصد تخلیق کو پورا کرنے کی ہوئی پھر شکوہ کیا اور گلہ کیوں؟

اگر مقصد دوسرا ہے تو حضور اکرم کا رسول ہادی، مزکی، معلم ہونا سب حیثیتیں ختم

ہوئیں۔ پھر رسالت پر ایمان کہاں سے ڈھونڈو گے، استاد اور شاگرد دونوں ایسے جاہل بلکہ اجہل ہیں کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جو بکواس وہ کر گئے ہیں اس کا مفہوم اور مطلب کیا ہے اور یہ بکواس کرنے سے ان کی اپنی حیثیت کیا متعین ہوتی ہے۔

کہ خدا بت گر ہے۔

۲۔ دوسرے بزرجمہر فرماتے ہیں" حیات کے مدعی اپنے نبی کریم کو قبر سے نکال لیتے تاکہ لوگ صحابی کا درجہ حاصل کر لیتے"

ان حضرات جہالت مآب کو اتنا علم بھی نہیں کہ صحابیؓ ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں۔ اول حیات دنیوی اور مکلف ہونا، دوم اس دنیائے آب و گل میں تکلیف شرعی کی شرط کے ساتھ صحبت کا شرف حاصل ہوتا۔

کیا ان دونوں شرطوں کا امکان ہے، ظاہر ہے کہ نہیں تو پھر شرف صحابیت کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ خیر یہ تو نیلوی صاحب کی جہالت کا شاہکار رہوا۔ دوسری طرف حضور اکرم کو قبر سے نکال لانے کی بکواس کرنا ان کی ڈھٹائی اور دریدہ دہنی کی دلیل ہے۔

عقیدہ نمبر ۷:

قرآن کی تفسیر کرنے میں انسان، رسول خدا کی تفسیر یا صحابہ کرامؓ یا ائمہ تفسیر کا محتاج نہیں بلکہ جس طرح سمجھ آئے تفسیر بیان کر دے۔

اول تو یہ اصول ان کی جہالت کا ایک اور شاہکار ہے اگر ان لوگوں نے کسی سے نہیں بلکہ از خود ہی قرآن پڑھا ہوتا تو لتبین للناس مانزل الیھم ایک ایسی حقیقت ہے کہ انسان وہ نہیں کہہ سکتا جو انہوں نے کہی مگر شرط یہ ہے کہ قرآن پر ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور کتاب ہدایت ہے کیونکہ قرآن کی تبیین نبیؐ کے فرائض میں داخل ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ نبی تو اپنے فرائض کی بجا آوری کے لئے قرآن کی تبیین تفسیر تشریح کرتا ہے مگر امت کہتی ہے ہم قرآن کی تفسیر میں رسول اللہؐ کے محتاج نہیں، کیسے کوئی جوڑ ہے ان دونوں باتوں میں۔

ہاں ایک صورت ہے کہ اگر قرآن کو محض ایک ادب پارہ سمجھا جائے تو ہر ادیب کو حق ہے کہ اپنی سمجھ کے مطابق معنی اخذ کرتا رہے، مگر اس صورت میں قرآن کیا ہوا دیوان غالب بن گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عین غین پارٹی قرآن کی کتاب ہدایت ہونے پر ایمان نہیں رکھتی بلکہ محض ایک ادبی شاہکار سمجھتی ہے، گویا ان بے چاروں پر ایک اور تہمت لگائی جاتی ہے کہ ان کا اللہ کی کتاب پر ایمان ہے ظاہر ہوا کہ یہ اس تہمت سے بالکل بری ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اصول یہ ٹھہرا کہ جس کی سمجھ میں قرآن کی جو تفسیر آئے وہی درست ہے تو آپ نے آسمان سر پر کیوں اٹھا رکھا ہے کہ ہماری بات سنو، دین ہم سے سیکھو، قرآن ہم سے سیکھو، یعنی کسی کی نہ مانو ہماری مانو، بھائی تمہاری کیوں مانیں تم کوئی مافوق البشر ہو، جب تم عقل سے اتنے پیدل ہو کہ خود اصول قائم کر کے خود توڑتے ہو تو تم پاگلوں کے پیچھے کون چلے جب ہر شخص کو حق ہے کہ اپنی سمجھ کے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تو تم اپنی سمجھ کو دوسروں پر مسلط کرنے کا حق کہاں سے لائے ہو جب کہ تمہاری سمجھ کو سمجھ کہنا ہی پرلے درجے کی ناسمجھی ہے کیونکہ تمہاری سمجھ تو ایسی مادر پدر آزاد ہے کہ نہ وہ رسول کی محتاج ہے نہ صحابہ کی محتاج اور نہ ماہرین علماء کی محتاج نہ جانے کس بدرو میں بہتی ہوئی آپ کے قابو میں آگئی۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن ایسا ہی بازیچہ اطفال ہے تو حقیقت کا لفظ بے معنی ہے اور دین کا مفہوم بس موم کی ناک ہے جدھر چاہو پھیر لو اور جو صورت چاہو تیار کر لو جتنے آدمی اتنی سمجھیں،، جتنی سمجھیں اتنے ہی دین، پھر یہ کافر کافر کی جو یہ رٹ لگا رکھی ہے حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے لیبل سے باطل مذہب یا تحریک چلانے کا واحد کامیاب نسخہ یہی ہے کہ رسول سے رشتہ منقطع کر کے قرآن کو اپنی خواہشات کا تابع بنا لو، نام قرآن کا لو اور بات اپنی کہو۔ آپ تحقیق کر کے دیکھ لیں۔ اسلام کے نام سے جتنے باطل فرقے منصہ شہود پر آئے سب نے اسی نسخہ سے کام لیا ہے۔ قرآن کے الفاظ کو آڑ بنائے رکھو مگر بات اپنے مطلب کی کہو ہاں ایک

فرقہ جیسے غلطی سے اسلامی فرقہ سمجھا جاتا ہے ذرا دلیر واقع ہوا ہے اور اس نے اعلان کر دیا یہ وہ قرآن ہی نہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا تھا لطف یہ ہے کہ الہامی کتاب کے بغیر الہامی مذہب کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ اور دنیا میں ہزاروں ایسے "سادے" مل جاتے ہیں جو اسے اسلام ہی سمجھتے ہیں۔

جفائیں بھی ہیں فریب بھی ہیں نمود بھی ہیں سنگھار بھی ہے
اور اس پر دعویٰ حق پرستی اور اس پہ یاں اعتبار بھی ہے

جب ان لوگوں کے سامنے کسی مفسر کا قول پیش کیا ہے تو ان کا جواب ایک چلتا ہوا فقرہ ہوتا ہے، ہم رجال ونحن رجال "یعنی وہ بھی انسان تھے اور ہم بھی انسان ہیں۔ مگر یہی وہ سب سے بڑی غلط فہمی ہے جس میں یہ لوگ گرفتار ہیں انسان تو وہ ہوتا ہے جس میں انسانیت ہو، شرافت ہو، تیس مار خان بننے کے لئے ہم رجال ونحن رجال کا نعرہ نہایت کارآمد ہتھیار ہے مگر واقعات کی دنیا میں بھی اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ع

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

اور یہ تاریخی حقیقت ہے کہ۔

گر بصورت آدمی انسان بدے
احمد و بوجہل خود یکساں بدے

مگر ان کے اس قول سے پہلے تو ثابت ہوا کہ:۔

(۱) قرآن کریم ایسی کتاب ہے جس کی حقیقت جس کا صحیح مفہوم نہ صحابہؓ سمجھ سکے نہ چودہ صدیوں میں کوئی مفسر سمجھ سکا اس کو سمجھے تو بس یہی لوگ سمجھے۔

(۲) دوسری بات یہ قیاسات فقیہہ کا علم جس کے دفتر کے دفتر موجود ہیں اور جس کو علمائے مجتہدین میں اپنی خداداد اجتہادی قوت سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ سے اخذ کیا ہے اور جس پر دین کا دارومدار ہے سارے کا سارا نا قابل اعتبار ہوا کیونکہ وہ سب بقول ان کے اقوال الرجال

ہیں۔

ان لوگوں کی انسانیت کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(ا) ندائے حق ص ۱۱۵ صاحب تسکین الصدور فرضی سلف، فرضی جمہور، فرض اکابر کی رٹ لگانا چھوڑ دیں۔''

نیلوی صاحب کی اس فرضی تثلیث کا ماحصل یہ ہے کہ دین اسلام جن صحابہ کرام سے نقل ہو کر آیا وہ فرضی سلف ہیں، جمہور صحابہؓ، جمہور تابعین اور جمہور علمائے مجتہدین نے دین کی علمی خدمت کی وہ سب فرضی ہیں اور وہ اکابر جن میں متقدمین متاخرین سب شامل ہیں اور اکابر دیو بند بھی انہیں میں شامل ہیں سب فرضی ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ دین ہی سارا فرضی ہے یہ ٹولہ بس اصلی سلف اصل جمہور اور اصل اکابر کا ہے۔

خود کوزہ و خود کوزگر و خود گل کوزہ

یہ ہے ان کی انسانیت کی معراج

۲۔ ندائے حق ص ۶۷ پر صاحب تسکین الصدور اور دیگر علمائے دیو بند کو'' بناسپتی دیو بندی'' فرمایا ہے۔ واقعی اصل دیو بندی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام اکابر دیو بند کو کافر قرار دیا جائے اور یہ آپ لوگوں کا ہی دل گردہ ہے، یہی انسانیت ہے کہ جن کا نام بیچ کر کھاؤ، انہی کو کافر بھی کہو، اس کے بغیر حق نمک کیسے ادا ہو سکتا ہے یہ ان کی انسانیت کا دوسرا ثبوت ہوا۔

۳۔ ندائے حق نمبر ۱۸ تسکین الصدور کے متعلق لکھتے ہیں کہ:۔

''دکان میں جتنا سامان ہے معلوم ہو جائے گا کہ کس قیمت اور قدر و منزلت کا ہے اور جمہور سلف اکابر کے کیپسولوں میں کس قدر زہر بھر دی گئی ہے جس کی مضرت نسلاً بعد نسلٍ مہلک اور تباہ کن ثابت ہوگی۔''

یہی آثار صحابہؓ، احادیث اور اکابر امت کے اقوال تو زہر کے کیپسول ہیں۔ آب حیات ہے تو اس عین غین پارٹی کے پاس یہ اور بات ہے کہ اس چشمے کا منبع کہیں نظر آتا لے دے کر یہ

چشمہ پھوٹتا ہوا نظر آتا ہے تو ان کی ہوائے نفس سے یا ان کے پیٹ سے کیونکہ دین تو سارا صحابہ ہی سے نقل ہو کے آیا اور وہ ٹھہرا زہر بس تریاق ہے تو اسی ٹولہ کے پاس۔

واہ رے نیلوی انسانیت۔

۴۔ علاقہ بہاولپور گھلوان میں عنایت اللہ گجراتی اور سعید واعظ موجود تھے، ایک عالم نے علامہ ابن کثیر کی عبارت پیش کی تو سعید صاحب کا جوہر انسانیت جوش میں آیا تو کہنے لگے پہلے اس کے نام کو دیکھو، ابن کثیر کوئی اچھا ہوتا یعنی ابن کثیر کے معنی حرامی کے ہیں۔

یہ ہے وہ انسانیت جس پر ناز ہے، اشاعت التوحید والسنۃ کا مبلغ اعظم عنایت اللہ گجراتی بیٹھا ہے اور یہ بکواس سن رہا ہے۔

۵۔ اقامۃ البرہان سجاد بخاری ص ۲۴

"ترمذی صاحب اور ان کے حضرت والا واقعی مخلصانہ اصلاحی کوششوں کا جذبہ رکھتے تو اس خدمت اسلام کا آغاز انہیں اوپر سے کرنا چاہیے تھا جواہر القرآن کا نمبر تو بہت بعد میں تھا سب سے پہلے حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی پھر حضرت نانوتوی اس کے بعد شیخ الہند پھر علامہ انور شاہ کاشمیری کی اصلاح کی جاتی جن کے تفردات کا نمونہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے پھر خاص طور سے پہلے انہیں اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ان کتابوں کی اصلاح و تطہیر فرماتے جن میں ایسا مواد موجود ہے مثلاً ضعیف شاذ، منکر بلکہ موضوع حدیثیں بلا انکار و تنبیہ، بے سروپا حدیثیں بے سند اور گمراہ کن کرامتیں وغیرہ جن کو اہل بدعت اپنے عقائد زائفہ اور اپنی بدعات مخترعہ کی تائید کے لئے پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے تبلیغ توحید کے مشن کو بعض اوقات کافی زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔

یعنی شیخ القرآن کے پہلے خلیفہ جناب سجاد بکاری صاحب توحیدی ثم اصلی دیوبندی کے نزدیک بگڑے ہوئے لوگوں میں سرفہرست شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام آتا ہے پھر بگاڑ کے اعتبار سے علی حسب مراتب حضرت نانوتوی حضرت شیخ الہند اور حضرت انور شاہ کاشمیری کے نام آتے ہیں

اور بگاڑ بدرجہ اتم جس شخص میں پایا جاتا ہے وہ مولانا اشرف علی تھانوی ہیں۔ جن کا علمی سرمایہ بقول اصلی دیوبندی کے شاذ منکر ضعیف بلکہ موضوع حدیثوں کے بغیر کچھ نہیں اور بقول ان کے صرف ضال ہی نہیں بلکہ مفصل بھی ہیں گمراہ ہی نہیں گمراہ کن بھی ہیں یاللعجب۔

علمائے دیوبند جسے حکیم الامت کہیں اور اکابر دیوبند کے شیخ الشیوخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ جن کی علمی اور تحقیقی صلاحیتوں کے معترف ہوں وہ اصلی دیوبندیوں کے نزدیک توحید کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہوں یہ ہے وہ انسانیت جس پر ناز کرتے ہوئے یہ بہروپیئے۔

ہم رجال ونحن رجال کی بڑ ہانکتے ہیں۔

۶۔ حضور اکرمؐ کا جلیل القدر صحابی ان کے نزدیک جنگلی ہے، دوسرا صحابی جو استاد العلماء شمار ہوتا ہے ان کے نزدیک غیر فقیہہ اور غیر عادل ہے، اب کون ان کی انسانیت میں شک کر سکتا ہے۔

۷۔ افضل البشر بعد انبیاء ابوبکر صدیقؓ ان کے نزدیک کافر ہے اب بتایئے ایسی سکہ بند انسانیت کے نمونے کسی شریف انسانی معاشرہ میں مل سکتے ہیں

عقیدہ نمبر ۸:

عذاب وثواب صرف روح کو ہوتا ہے۔

اقوال مرضیہ محمد امیر بندیالوی ص ۶۶

میت تو پتھر ہے اس میں نہ زندگی ہے نہ ادراک اس لئے اس کو عذاب ہونا محال ہے۔ یہ عقیدہ ابن ہبیرہ اور ابن میسرہ کا ہے برعظیم میں یہ عقیدہ ہندوؤں کا ہے جنہوں نے روح کے عذاب کے لئے تناسخ کا عقیدہ ایجاد کیا ہے۔

عقیدہ نمبر ۹:

عذاب وثواب نہ بدن کو ہوتا ہے نہ روح کو

جواہر القرآن، غلام اللہ خان ۲:۴:۹

''عذاب وثواب نہ روح کو ہوتا ہے نہ بدن کو ہوتا ہے''

سوال یہ ہے کہ پھر کس کو ہوتا ہے؟ جواب یہ ہوا کہ کسی کو نہیں ہوتا۔ یہ عقیدہ اکابر کا ہے، اور قرآن کی بیسیوں آیات کا انکار صرف اس عقیدے سے ہوتا ہے۔ ظلم وستم کی انتہا ہے کہ منکر قرآن بھی شیخ القرآن ہوتے ہیں۔

جواہر القرآن ۲:۵:۹

شیخ قدس سرہ کی تحقیق یہ ہے کہ برزخ میں لذت والم اور سرور وعذاب روح کو ہرگز نہیں ہوتا، روح ایک ایسی چیز ہے جو احساس الم سے ماورئی ہے۔ اسے تکلیف تو کسی حال میں نہیں ہوتی البتہ اسے لذت وسرور کا احساس ضرور ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ شیخ کی تحقیق کا ماخذ کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ ماخذ بیان نہیں ہوا البتہ شیخ سے مراد خود شیخ القرآن ہی ہیں مگر یہ پراگراف حافظ نیا شد کا شاہکار ہے پہلے جملے میں فرمایا کہ ''لذت والم اور سرور وعذاب روح کو ہرگز نہیں ہوتا'' آخری جملے میں فرمایا البتہ اسے لذت وسرور کا احساس ضرور ہوتا ہے'' اس تضاد کو کون رفع کرے، مگر لطف یہ ہے کہ ایسی بے تکی ہانکنے والے مفسر قرآن بھی ہوتے اور شیخ القرآن بھی کہلاتے۔''

عقیدہ نمبر ۱۰:

شفا الصدور ص ۱۰

''تمام ارواح اپنے اپنے مقام پر یا عذاب میں ہیں یا راحت میں عالم برزک اس کے لئے جسم مثالی ہیں ان مٹی کے جسموں سے ان کا کوئی تعلق نہیں جو ارضی عنصری ہیں اور زمین کے گھڑوں میں دفن ہیں۔''

روح کو عذاب ہوا مگر روح تو بقول آپ کے جسم مثالی میں ہے تو کیا جسم مثالی بھی اس کے عذاب سے متاثر ہوتا؟ ظاہر ہے جب روح کو عذاب ہو رہا ہے تو جسم کیسے متاثر نہ ہو جس میں وہ روح موجود ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ عذاب ہوتا ہے روح اور جسم مثالی کو یعنی '' کھائیے پیئے کو کری

دھون بھنائے جمعہ'' مزے کرے جسم عنصری اور مار کھائے جسم مثالی۔ گناہ کرے جسم عنصری اور عذاب ہو جسم مثالی کو۔

واہ رے کافرانہ توحید۔ اللہ تعالیٰ کے عدل کا کیا خوب تصور پیش کیا ان عقائد پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالئے۔ ان میں سے کوئی عقیدہ کافروں سے لیا کوئی رافضیوں سے کوئی منکرین حدیث سے کوئی صالحیہ سے کوئی کرامیہ سے اور مجموعے کا نام رکھ دیا۔ ''اصل تے وڈی توحید''

بہر حال ان کا کوئی عقیدہ ایسا نہیں جسے اکابر دیوبند کا عقیدہ کہا جا سکے یا اس پر عقیدہ اہل سنت کا اطلاق ہو سکے بلکہ کوئی عقیدہ ایسا نہیں جسے اسلامی عقیدہ کا نام دے سکیں۔ اس لئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جن حضرات نے ان عقائد کو حرز جان بنا رکھا ہے انہیں کیا سمجھا اور کہا جائے یہ سوال واقعی بڑا مشکل ہے مگر آپ ذرا چشم تصور کے سامنے ایک ایسے جانور کی صورت لائیں جس کا سر گدھے کا ہو منہ بندر کا ہو کان ہاتھی کے ہوں اور دھڑ بھیڑیے کا ہو، آپ اسے کیا نام دیں گے، ظاہر ہے آپ اسے کوئی نام نہیں دے سکتے زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہیں یہ عجیب الخلقت جانور ہے۔ بس ان لوگوں کے متعلق بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ نہ دیوبندی ہیں نہ حنفی ہیں نہ اہل سنت والجماعت سے ان کا کوئی تعلق نہ اسلام سے ان کو کوئی واسطہ ہے ان میں سے کسی نام سے انہیں پکارا نہیں جا سکتا، اس لیے ان ناموں کو چھوڑ کر اور جس نام سے انہیں چاہو سمجھو اور پکارو دیگر اس حقیقت سے خبردار رہو کہ یہ نہ دیوبندی ہیں اور نہ اہل سنت والجماعت میں سے ہیں ہاں یہ اپنے قول کے مطابق منکر حدیث، منکر اجماع، منکر تواتر ہیں اور ندائے حق کو تسلیم ہے ایسا منکر یقیناً کافر ہے۔

☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فقہائے احناف اور حیات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

احناف کے فقیہ فاضل علامہ عبداللہ محمد بن مودود موصلی پیدائش ۵۹۹ء اپنی مشہور عالم تصنیف ''الاختیار لتعلیل المختار'' میں زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب کے سلسلے میں فرماتے ہیں۔

ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمہ البھیۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یستمع کلا مہ قال صلی اللی علیہ وسلم من صلی علی عندقبری سمعتہ وفی الخبر انہ وکل بقبرہ ملک یبلغ سلام من سلم علیہ من امتہ ویقول السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یانبی اللہ السلام علیک یاصفی اللہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا نبی الرحمۃ السلام علیک یا شفیع الامۃ السلام علیک یاسید المرسلین السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یامزمل اسلام علیک یا مدثر السلام علیک یامحمد السلام علیک یا احمد، السلام علیک وعلی اھل بیتک جزاک اللہ عنی جزاک اللہ عنا افضل ماجزی نبیا عن قومہ و رسولا عن امتہ اشھد انک قد بلغت الرسولہ وادیت الامانتہ ونصحت الامتہ واوضحت الحجتہ وجا ھدت فی سبیل اللہ وقاتلت علی دین اللہ فی اتاک الیقین وفصلی اللہ علی روحک وجسدک وقبرک صلوٰۃ دائمۃ الیٰ یوم

الذین یا رسول اللہ نحن وفدک وزو ارقبرک جئناک و من بلادشاسته ونواح بعیدة قاصدین قضاحقاک ونظر الی ماشرک وتیامن بذیارتک والا ستشفاع بک الی ربنا

فان الخطایا قد قصمت ظهورنا والاوزا القد اثقلت لواصلنا وانت شافع المشفع الموعودبشفاعتة والمقام المحمود وقد قال اللہ تعالیٰ ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء دک فاستغفرو اللہ واستغفرلهم الرسول لوجدواللہ توبارحیما. وقد جئناک ظالمین لانفسنا مستغفرین لذنوبنا فاشفع لنا لیٰ ربک واسئله ان یمیتنا علیٰ سنتک وان یحشرنافی زمرتک وان یوردنا حوضک وان یسقینا کاسنک غیر خزا یا ولاناد مین الشفاعه الشاعة الشفاعة یقولها ثلاثةً ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقو نا بالایمان ویبلغه سلام من اوصاه فیقول اسلام علیک یا رسول اللہ من فلان بن فلان یستفشع بک الیٰ ربک فاشفع له ولجمع المسلمین

ثم یقف عند وجهه مستدبراً الی القبلة ویصلی علیه ماشاء و یحتول قدر ذراع حتیٰ یحازی راس الصدیق ویقول اسلام علیک یا رسول اللہ خلیفة السلام علیک یاصاحب رسول اللہ فی الغاد اسلام علیک یا رفیق فی الاسفار السلام علیک یا امینه فی الا اسرارا جزاک اللہ عنا افضل ماجزی اماماعن امة نبیه ولقد خلفته باحسن خلف وسلکت طریقه ومنها جهٗ خیر مسلک وقا تلت اهل الردته البدع ومهدت الاسلام ووصلت الارحام ولم تذل قائلا الحق ناصرا لاهبله حتیٰ اتاک الیقین فالسلام علیک ورحمته اللہ وبرکته اللهم امتنا علیٰ حبه ولاتنجب سعینا فی زیاته برحمتک یا کریم۔

ثم یتحول حتیٰ یحازی عن قبر عمرؓ فیقول السام علیک یا امیر

السلام علیک یا مظہر الاسلام علیک یامکسر الاصنام جزاک اللہ عنا افضل الجزاء

اور جب روضہ اطہر پر حاضر ہوتو کھڑا حضورؐ کے سامنے جس طرح کھڑا ہوتا ہے نماز میں اور یقین کرے آپ کی صورت کریمہ آپ اپنی قبر میں سوئے ہوئے ہیں اور حاضر ہونے والے کو جان رہے ہیں اور اس کی کلام سن رہے ہیں حضورؐ نے فرمایا جس شخص نے درود بھیجا مجھ پر میری قبر کے پاس کھڑے ہو کر میں خود سنتا ہوں اور حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ آپ کی قبر پر مقرر کر رکھا ہے جو آدمی حضور کی امت میں سے آپؐ پر صلوٰۃ وسلام پڑھے اسے حضورؐ تک پہنچا دیتا ہے اور یوں کہے کہ اسلام علیک..................

جزا دے آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے افضل جزا جو نبی کو اپنی قوم کی طرف سے دی جاتی ہے اور رسول کو اپنی امت سے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے رسالت پہنچا دی اور امانت ادا کر دی۔ اور امت کو نصیحت کی اور دلائل کو واضح کیا اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا اور اللہ کے دین کے لئے جنگ کی یہاں تک کہ آپؐ کو موت آگئی

صلوٰۃ وسلام ہو آپ کی روح پر اور آپ کے جسد پر آپ کی قبر پر قیامت تک۔

یارسول اللہ ہم آپ کا وفد ہیں اور آپ کی قبر پر زوار ہیں اور ہم آپؐ کے پاس دور شہروں سے آئیں ہیں اور نواح بعیدہ سے۔ قصد کرتے ہیں ہم پورا کرنا اب آپ کا حق ہے اور مشاہدہ کرنے کے لئے آپ کی نشانیوں کا اور آپ کی زیارت کے ساتھ برکت حاصل کرنے کے لئے اور اپنے رب کی طرف آپ کو شفیع بناتے ہیں۔ اس لئے کہ گناہوں نے ہماری کمروں کو توڑ دیا ہے اور گناہوں کے بوجھ سے ہمارے کندھوں کو بوجھل کر دیا ہے اور آپ شافع ہیں شفاعت قبول کیے ہوئے ہیں آپ سے شفاعت کا وعدہ ہے اور مقام محمود کا بھی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ (مومن) جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اگر وہ آپؐ کے پاس آجائے اور اللہ سے بخشش مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے بخشش مانگیں تو البتہ وہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحمت کرنے والا

پائیں گئے اور ہم آئیں ہیں آپ کے پاس ہم اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے والے ہیں پس شفاعت کیجئے ہمارے لئے اور اللہ سے دعا کیجئے کہ ہمیں آپکی کی سنت پر موت دے اور قیامت کے دن آپ کی جماعت میں اٹھائے اور آپ کے حوض کوثر سے ہمیں سیراب کرے ہمیں آپ کا پیالہ پلائے اور ہم خوار اور پشیمان نہ ہوں پھر پہنچائے آپکو سلام اس شخص کا جس نے اس کو وصیت کی اور کہے سلام ہو آپ پر یا رسول اللہ فلاں ابن فلاں کی طرف سے وہ آپکو اپنے رب سے سامنے شافع بناتا ہے پس اس کے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے اپنے رب کے دعا کیجئے، پھر کھڑا ہو کر حضورؐ کے چہرے کے سامنے قبلہ کی طرف پشت کر کے پھر درود بھیجئے آپ پر جو چاہیے پھر ایک گز دور ہٹے یہاں تک کے صدیق اکبرؓ کے سامنے آجائے اور پھر کہے سلام ہو تجھ پر اے خلیفہ رسول، سلام ہو تجھ پر رسول کے غار کے ساتھی سلام ہو تجھ پر اے سفروں میں رسول کے رفیق سلام ہو تجھ پر اے نبوت کے رازوں کے امین جزادے اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف سے افضل جزاء کو پہنچی امام کو اپنے نبی کی امت کی طرف سے آپؐ کے بہتر خلیفہ رہے۔ اور حضورؐ کے راستے اور طریقے پر چلے۔ آپ نے مرتدوں اور بدعتوں کے خلاف جہاد کیا اور اسلام کو تقویت پہنچائی اور صلہ رحمی کی اور آپ نے ہمیشہ حق ادا کیا اور اسلام کے مددگار رہے حتیٰ کے آپ اپنے رب سے جا ملے پس آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں اللہ ہمیں موت دے صدیق کی محبت میں اور اس کی زیارت کی کوشش میں ہم خسارے میں نہ رہیں اللہ اپنی رحمت سے دعا قبول فرما پھر وہاں سے ہٹے حتیٰ کے عمر فاروقؓ کی قبر کے سامنے آجائے اور کہے اے میرے امیر المومنین آپ پر سلام ہوں سلام ہوں تجھ پر اے سلام کو ظاہر کرنے والے سلام ہو تجھ پر اے بتوں کو توڑنے والے جزادے اللہ آپ کو ہماری طرف سے افضل جزاء۔

''متن مختار'' ایک مشہور واضح متن ہے۔ یہ صحاح اربع متنوں میں سے ہے جن پر مذہب حنفی کا مدار ہے۔ صحاح اربعہ یہ ہیں کنز الدقائق، مختار، مجمع البحرین اور الوقایہ۔ اسی مختار کی شرح اختیار ہے یہ عبارت نقل کی گئی ہے۔

شارح حضرت مولانا عبداللہ ہیں جو قاضی کوفہ رہ چکے ہیں اور صاحب ترجیح ہیں۔

۲: فتاویٰ عالمگیری:

اس فتاویٰ کے متعلق صاحب کشف ظنون لکھتے ہیں

وھی مشھورۃ مقبولۃ معمول

بھا متد اولۃ بین العلماء والفقھا وھی نصب عین من تصدر للحکم والا فتاء

یہ فتاویٰ مشہور و مقبول اور معمول بہا اور متداول ہے علماء اور فقہا میں جو شخص فتویٰ چاہے اس کے لئے یہ نصب العین ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی وسیع سلطنت میں سے فقہا احناف کے چوٹی کے مفسر محدث اور فقیہ علماء جن کی تعداد پانچ سو تھی منتخب کئے اور ان کے سپرد یہ کام کیا کہ ایسی جامع کتاب تیار کریں جو تعزیرات اسلام کا پورا کام دے اور سفر میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہ پڑے، عالمگیر نے بصرف زر کثیر کتابیں جمع کیں اور ان علماء کے حوالے کیں اس گروہ کی قیادت حضرت شاہ ولی اللہ کے والد امام الہند شاہ عبدالرحیم کے سپرد کیں اور ان پانچ سو علماء نے فتاوٰی عالمگیری لکھ کر الاختیار شرح کے مضمون پر مہر تصدیق ثبت کر دی اسی وجہ سے آج تک علماء اور عوام کا عمل اسی پر چلا آیا ہے اور کسی عالم نے آج تک اس کی تردید کی ہے نہ ہی لب کشائی کی ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری ایک مفتی بہ فتاویٰ ہے تین چار سو سال سے اسی پر فتویٰ چلا آرہا ہے آج صرف ایک ٹولہ ملحدین اور مجددین شرک کا اس کا منکر ہوا ہے اس سے پہلے کتاب اختیار شرح مختار چھٹی صدی سے لکھی گئی ہے اور نو سو سال سے اس پر عمل چلا آرہا ہے اور علمائے عوام خواص سب کا اسی پر اتفاق چلا آرہا ہے کسی نے نکیر نہیں کی کہ اب یہ ملحدین کا ٹولہ اس کو شرک کہتا ہے اور یہودیوں کا مذہب بتاتا ہے ان کو یہودیوں کے مذہب سے بڑا پیار ہے ان کے دل میں ہر وقت یہودیوں کا مذہب رہتا ہے، اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو ان کی تردید پیش کریں۔ اگر کسی فقیہ نے تردید میں کوئی کتاب لکھی ہے تو پیش کریں ورنہ ظاہر ہے کہ ان کا مذہب خانہ زاد مذہب ہے۔

فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص ۲۰۹ صفحے پر لکھا ہے۔

ویقف کما یقف فی الصلوٰۃ ویمثل صورتہ الکریمۃ البھیۃ کما انہ نائم فی لحدہ عالم بہ ویسمع کلامہ کذا فی الختیار شرح مختار ثم یقول السام علیک یا نبی اللہ ورحمۃ اللہ وبرکت اشھد انک رسول اللہ قد بلغت اشھد انک رسول اللہ قد بلغت الرسلۃ داویت الامانۃ ونصحت الامۃ وجاھدت فی امر اللہ حتیٰ قبض روجک حمیذا محمودا فجزک اللہ عن صغیر نا وکبرنا خیر الجزاء ویبلغ سلام من اوصلہ فیقول اسلام علیک یارسول اللہ من فلان ابن فلان یستشفع بک الی ربک فاشفع لہ ولجیع المسلمین

ثم یقف عند وجھہ مسند برا القبلۃ ویصلی علیہ ماشاء ویتحول قدر ذراع حتی یحاذی راس الصدیق ویقول السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ السلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار اسلام علیک یارفیقہ فی الاسفار السلام علیک یا منیہ فی الاسرار ثم یتحول حتیٰ یحاذی قبر عمرؓ فیقول اسلام علیک یا امیر المومنین اسلام علیک یا مظھر الاسلام السلام علیک یا مکسر الاصنام الی ان قال ....

جئنا کما نتو سل بکماالی رسول اللہ یشفع لنا ویسئل ربکما ویتقبل سعینا ویعیشنا علیٰ ملتبہ ویمیتنا علیھا و نحشر ثافی زمرتہ ثم یدعو الہ ولوالدیہ ولمن اوصہ بالدعاء ولجمع المسلیمں

اور جب روضہ اطہر پر حاضری کے لئے کھڑا ہو۔ ایسے جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور یقین کرے کہ آپ ﷺ کی صورت کریمہ کو آپ اپنی قبر میں سوئے ہوئے ہیں اور اس شخص کو جان رہے ہیں اور اس کی کلام سن رہے ہیں جیسا کہ شرح اختیار میں ہے پھر کہے (اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو اور برکتیں ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں آپ نے لوگوں کو اللہ کا دین پہنچایا یا

رسالت پہنچائی، امانتیں ادا کیں امت کو نصیحت کی اور جہاد کیا، یہاں تک کہ آپ کی حمید و محمود روح پرواز کی گئی اللہ تعالیٰ نے ہمیں چھوٹوں بڑوں سے آپکو بہترین جزا دے، پھر حضور کو اس شخص کا سلام پہنچائے جس نے اس کو کہا ہو سلام ہو تجھے اے اللہ کے رسول فلاں بن فلاں کی طرف سے وہ آپ کو اپنے رب کے سامنے شفیع بناتا ہے پس آپ اس کے لئے اور سارے مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں۔

ہم آپ دونوں (صدیق فاروقؓ) کے پاس آئے ہیں آپکو وسیلہ بناتے ہیں رسول اللہؐ کے پاس تاکہ آپ سفارش کریں اور دعا کریں ہمارے لئے اللہ سے کہ وہ ہماری کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں زندہ رکھے آپ کے دین پر اور موت سے اسی پر اٹھائے ہمیں حضور کی تباعت میں پھر اپنے بدلے اور اپنے والدین کے لئے اور ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اسکو کہا اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا کرے

پھر زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فتاویٰ عالمگیر میں ہے ص ۲۰۹

قال مشائخنا انها افضل المندوبات فی مناسک الفارسی و شرح مختار انها قریبة من الوجوب لمن له ساعة

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ یہ (زیارت روضہ اطہر) افضل مندوبات میں سے ہے اور مناسک فارسی اور شرح مختار میں ہے کہ یہ ہر شخص کیلئے واجب کے قریب ہے جس میں جو استطاعت ہو،

اور شرح مختار ص ۱۷۵ پر ہے

اذا فرغو من منا سکهم وقفلوا عن المسجد الحرام و قصدو المدینة زائرین قبر نبی صلی الله علیه وسلم اذهی من افضل المدربات و المستحبات بل تقرب من درجة الواجبات فانه عرض علیها و بالغ فی الندب الیها فقال من وجد ساعة والم یزرلی فقد جفانی وقال علیه الصلوٰة والسلام من ذار قبری

وجبت لہ شفاعتی. من زار قبری بعد مماتی فکانما زار نی فی حیاتی الی غیر ذلک من الاحادیث

جب احکام حج سے فارغ ہو اور مسجد حرام سے رخصت ہو اور مدینہ منورہ کا قصد کرے کہ نبی کریمؐ کی زیارت کرے کیونکہ یہ زیارت مندوبات اور مستحبات سے افضل ہے بلکہ درجہ وجوب کے قریب ہے کیونکہ حضورؐ نے اس کے لئے ترغیب دی ہے اور اس کی زیارت میں مبالغہ فرمایا ہے، فرمایا کہ جو شخص طاقت رکھتا ہو اور اس نے میری زیارت نہ کی ہو تو اس نے ظلم کیا، اور حضورؐ نے فرمایا جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت واجب ہو گئی جس نے میری موت کے بعد میری زیارت کی اس نے گویا میری زندگی میں زیارت کی اس طرح کی اور بہت سی حدیثیں موجود ہیں۔

۳۔ فتح القدیر دار الفکر ص ۱۷۹ باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صاحب فتح القدیر کا علمی پایہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حافظ العصر علامہ ابن حجر عسقلانی کے ہم مرتبہ ہیں حدیث میں۔ اور علم اصول میں ان سے افضل ہیں جن کے حق میں علامہ شامی نے یوں فرمایا کہ وہ درجہ اجتہاد کو پہنچتے ہیں۔

قال مشائخنا من افضل المندوبات وفی مناسک الفارسی وشرح المختار انها قریبة من الوجوب لمن له ساعته

(ترجمہ اوپر گزر چکا ہے)

پھر صفحہ ۱۸۰ پر

ثم یاتی یقبر الشریف فیستقبل الجدارة ویستدبرا القبلة علی اربع اذرع عن السارعة التی عند راس القبر ومامن ابی اللیث ان یقف مستقبل القبلة مردود بماروی ابو حنفه فی مسنده عن ابن عمر قال من السنة ان یاتی قبر النبیؐ من قبل القبله وتجعل ظهرک انی القبلة اتستقبل وجهک الی القبر الشریف

ثم تقول السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

پھر قبر شریف کے پاس آئے اس کی طرف منہ کرے قبلہ کی طرف پشت کرے اور سر مبارک سے چار گز کے فاصلے پر کھڑا ہو اور جو روایت فقیہ ابوالیث سے کی جاتی ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرے اور قبر کی طرف پشت کرے یہ قول مردود ہے کیونکہ روایت کی امام ابوحنیفہ نے اپنی مسند میں حضرت ابن عمرؓ سے فرمایا کہ سنت یہ ہے کہ آئے قبر پر نبیؐ کے منہ کرے قبر شریف کی طرف اور اپنی پشت قبلہ کی طرف کرے اور کہے کہ اے نبی آپؐ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

پھر صفحہ ۱۸۱ پر

السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیر اللہ من جمیع خلقه اوله و آخره

ویسئل اللہ تعالیٰ حاجتہ متوسلا الی اللہ تعالیٰ بحضرۃ نبیہ علیہ الصلوٰۃ وسلام ثم یسئل النبیؐ الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ اسئلک الشفاعۃ واتو سل بک الی اللہ ان اموت مسلما علی ملتک وسنتک ویبلغ سلام من اوصہ بیتبلغ سلامہ فیقول السلام علیک سول اللہ من فلان ابن فلان یسلم علیک یا رسول اللہ ویروی ان عمر ابن العزیز کان یوصی بذک ویرسل البرید من الشام الی المدینۃ اشریف بذلک ثم یسلم علی ابی بکرؓ ثم یسلم علیٰ عمرؓ

پھر کہے سلام ہو تجھ پر اے ساری مخلوق سے بہتر سب اول و آخر سے بہتر پھر اللہ سے اپنی حاجت کا سوال کرے حضور کو اللہ کی طرف سے وسیلہ بنائے۔ پھر سوال کرے نبی کریمؐ سے شفاعت کا پھر کہے یارسول اللہ میں آپؐ سے شفاعت کا سوال کرتا ہوں اور وسیلہ بناتا ہوں آپکو اللہ کی طرف میں اسلام پر مروں اور آپ کی سنت پر۔

پھر اس شخص کا سلام پہنچائے جس نے اس کو یہ کہا ہو اور کہے یارسول اللہ فلاں بن فلاں کی طرف سے آپ پر سلام ہو۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی گئی ہے کہ آپ ایسا کرنے سے وصیت کرتے تھے اور شام سے مدینہ منورہ طیبہ کی طرف سے اسی لئے آدمی بھیجا کرتے تھے۔

پھر سلام کہے حضرت ابوبکر صدیقؓ پر پھر حضرت عمرؓ پر

۴۔علامہ ابن عابدین مشہور بہ علامہ شامی

شامی جلد سوم صفحہ ۲۵۹

فقد افا د فی الضرر المنتقی انه خلاف الاجماع فاما مانسب الی امام الا شعری امام اهل السنة و الجماعته تسنب من انکار بنوتها بعد الموت فهر افتراء وبهتان و المصرح به فی کتبه و کتب اصحابه خلاف مانسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبور رهم

کتاب ضرار المنتقی میں نص ہے اس امر پر کہ رسول کریمؐ موت کے بعد اپنی رسالت پر ہیں حقیقتاً اور اس نص کو تسلیم نہ کرنا اجماع کے خلاف ہے اور امام اہل سنت اور امام اشعری کی طرف سے جس بات کی نسبت ان کے دشمنوں نے کی ہے کہ وہ بعد موت مجازی نبوت کے قائل ہیں یہ سراء اور بہتان اور افتراء ہے کیونکہ اپنی کتابوں اور ان کے ساتھیوں کی کتابوں میں رسالت حقیقی بعد موت کی تصریح موجود ہے کہ انبیاء اکرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور زندگی حقیقی ہے نہ کہ مجازی

۵۔نورالایضاح مع شرح مراقی الفلاح ومع طحطاوی صفحہ نمبر ۴۳۲

ثم تنخفض متوجها الی قبر الشریف فتقف ذرع اربع اذرع بعیدا عن المقصود الشریضیة بغا یته الاء ب مستر برا القبله محاذ یالرائس نبی صلی الله علیه وسلم و د جهه الاکرم ملا حظانظره اسعید علیک و سماعه کلامک ورده علیک کلامک قا مینه علی دعا مک وتقول اسلام علیک یا سیدی یا رسول الله. اسلام علیک یا نبی الله اسلام علیک یا حبیب الله اسلام علیک

یا نبی الرحمۃ اسلام علیک یا شفیع الامۃ اسلام علیک یا سید المرسلین اسلام علیک یا خاتم النبیین۔

پھر تم کھڑے ہو منہ قبر شریف کی طرف کر کے چار گز کے فاصلے پر ادب سے پشت قبلہ پر حضور کے سر مبارک کے سامنے یوں کھڑے ہو جیسے کہ حضور کی نظر مبارک تم پر پڑ رہی ہے۔ تمہاری بات سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں اور تمہاری دعا پر آمین کہتے ہیں اور تو کہے سلام ہو آپ پر اے میرے سردار، اے اللہ کے رسولؐ، سلام ہو آپؐ پر اے اللہ کے نبیؐ، سلام ہو آپؐ پر اے اللہ کے حبیبؐ، سلام ہو آپؐ پر اے نبی رحمتؐ۔ سلام ہو آپؐ پر اے شفیع رحمتؐ، سلام ہو آپؐ پر اے رسولوں کے سردار، سلام ہو آپ پر اے اللہ کے خاتم النبیینؐ۔

باقی وہی عبارت ہے جو نقل کر چکا ہوں، تفصیل دیکھنی ہو تو نور الایضاح و شرح مراقی الفلاح دیکھ لیجئے، مفصل عبارت الاختیار شرح مختار کی نقل کر دی گئی ہے۔

فقہائے احناف کا عقیدہ فقہ حنفیہ کی کتب متون، شروح اور فتاویٰ سے پیش کر دیا گیا ہے، پندرہ سو سال یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے، پوری امت محمدیہ اسی عقیدہ پر عامل رہی دنیا بھر کے مسلمان اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت اور محبت کے جذبہ کے ساتھ زیارت گنبد اخضراء کی تڑپ لے جاتے ہیں اور روز زیارت رسول اللہؐ سے دل کی پیاس بجھاتے ہیں مگر یہ ملحد ٹولہ اس کو شرک و کفر کہتا ہے جیسا کہ نیلوی دیانندی نے اپنی پوتھی ندائے حق کے ص ۲۸۳، ص ۲۹۸ اور ص ۳۱۸ پر یوں لکھا ہے کہ:

''پھر صاحب تسکین کے متعلق کیا فتویٰ ہے کو اس شرک کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں وہاں قبر پر جا کر مندرجہ بالا پکار کرو، حضورؐ سے دعا کراؤ، حضورؐ سے سفارش کراؤ اور دوسروں کے نام لیکر کہو کہ فلاں بن فلاں آپکو سلام کہتا ہے اور پھر حضورؐ کو نہ پکارو بلکہ ان کے ساتھی حضرت ابوبکر و عمر کو بھی پکارو اور پکار پکار کر کہو اے ابوبکرؓ اے عمرؓ تم بھی حضورؐ کو ہماری بات کہو کہ ہماری سفارش کریں اور ہمارے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ ہماری کوشش سفارش

کو قبول فرمائے اور ہمیں اپنے دین پر رکھے اور دین پر مارے اور اسی زمرے میں ہمیں اٹھائے پھر کہے:

الشفاعة الشفاعتہ الشفاعتہ یا رسول اللہ وغیرہ وغیرہ، بتاؤ ان کو مشرک کہیں یا نہ“ یہ دل کا اندھا پوچھتا ہے صاحب تسکین کو مشرک کہیں یا نہیں کہیں، یہ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے صاف کیوں نہیں کہتا کہ صاحب تسکین مشرک ہے، اور اس کا یہ پوچھنا اور یہ کہنا صرف صاحب تسکین تک محدود نہیں بلکہ یہ تو اعلان کر رہا ہے کہ تمام فقہائے احناف مشرک ہیں۔

صاحب مختار مشرک ہے، فتاوی عالمگیری لکھنے والے پانچ سو علمائے احناف مشرک ہیں، علامہ شامی مشرک ہیں صاحب فتح القدر مشرک ہے، صاحب نور الایضاح مشرک ہے، کوئی موحد ہے تو صرف یہ ندائے حق کی پوتھی لکھنے والا یا اس کی پارٹی کے چند صحیح میر زبر خود غلط اور بس اور لطف یہ کہ یہ سب کچھ کہنے کے بعد یہ موحد صاحب حنفی بھی ہیں۔

بے تکی ہانکنے کا فن کوئی ان حضرات سے ہی سیکھے دنیا میں ایسے نابغہ روزگار اور کہاں مل سکیں گے۔

اس مجہول کو اتنی بھی تمیز نہیں کہ اس مسئلہ کا تعلق سماع سے ہے یا شرک سے احناف تو سماع کا عقیدہ رکھتے ہیں اس لئے ان کا اہل برزخ سے کلام کرنا کوئی انوکھی بات نہیں مگر آپ کا مردود عقیدہ حیات النبیاء کا نہیں اس لئے تمام فقہائے احناف کی اس پر کاری ضرب لگی ہے، لہذا آپ کو دعا کرانے سے کیا مطلب؟ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ساری امت محمدیہ اسلام سے دستبردار ہو کر آپ کے ہمنوا بن جائے، آپ کو اس دعا سے چڑ ہے تو آپ بڑی خوشی سے دعا کیا کریں کہ خدایا مجھے دین اسلام پر نہ زندہ رکھ نہ موت دے، اور مجھے رسول کریمؐ اکبرؓ و عمرؓ کے زمرے میں ہرگز نہ اٹھانا خدا کرے آپ کی دعا قبول ہو“

خوب جان لو کہ نیلوی اینڈ کمپنی نے ذات اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی امی ونفسی ومالی کو بت سمجھا اسی طرح صدیق وفاروقؓ کو بھی بت سمجھا ان تینوں مقدس ہستیوں کو اسلام

اسلام علیکم کہنا ان سے دعا کرانا نیلوی کے نزدیک ایک ایسا ہی ہے جیسا بتوں سے دعا کرانا اسی وجہ سے اس نے دعا کرانے کو شرک کہا ہے اور کہنے والا مشرک ہوا کیونکہ وہ بتوں سے دعا کرا رہا ہے، مبارک ہو تمہیں یہ اسلام اور یہ توحید۔

مولوی عبد العزیز شجاع آبادی نے اپنی کتاب دعوۃ الانصاف ص ۳۴، ۳۵ پر لکھا ہے کہ ہمارے شجاع آباد میں ایک مکان پر شاہ صاحب (عنایت اللہ گجراتی) اور واعظ سعید توحید کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے کہا بت نہیں سنتے خدا سنتا ہے اور بت عام ہیں خدا کے بنائے ہوئے جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا انسان کے بنائے ہوئے جیسے لات ومنات کی مورتی شاہ صاحب (عنایت اللہ) نے کہا کہ یہ نوجوان میری کمی پوری کرے گا، یعنی عنایت اللہ نے کہا کہ توہین رسول میں جو کمی مجھ سے رہ گئی تھی یہ جوان وہ کمی پوری کردے گا۔

☆☆

فقہائے حنبلیہ کی تحقیق

شیخ عبدالقادرؒ مکی حنبلی متوفی ۹۸۲ھ کی کتاب حسن التوسل فی زیارۃ افضل الرسل ص ۱۱۳

ملاحظا انہ رسول کسائر الانبیاء فی قبرہ یراہ ویجب لہ من الاحترام مالہ قبل موتہ وعندہ عدم رفع الصوت بحضرتہ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم لیسمعہ واسر ویراہ وان بعد

وقت حاضری روضہ اطہر پر یہ تصور کرے کہ نبی کریم مثل انبیاء کے اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں اور حضورؐ کا وہی احترام واجب ہے، جو حضورؐ کی دنیوی زندگی میں تھا اور اسی ادب میں ہے کہ آواز پست رہے حضورؐ کے پاس کیونکہ آپ سن رہے ہیں اور اسے دیکھ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ دور بھی ہو۔

۲۔ ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ اپنی کتاب مغنی ابن قدامہ ۳: ۵۸۸ پر لکھتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان النبیؐ قال مامن احد یسلم علی عند قبری الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ سلاماً

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص میری قبر پر مجھے سلام بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر بھیجتا ہے کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔

۳۔ علامہ حسن بن عبدالحسن المشہور بابن عذبہ اپنی کتاب روضۃ البھیہ ۱۴: ۱۳ میں لکھتے ہیں۔

ان رسالة نبيا كل بنينا وهل تبقى بعد مرتهم وهل يصح ان يقال كل، منهم الآن حقيقة ام لاقال ابو حنيفة انه رسول الآن حقيقة وقالت الكراميه لا وقال الشيخ عبد الحق في شرحه على الصحيح وهو صلى الله عليه وسلم بعد موته باق على رسالة ونبوته حقيقة كما يبقى وصف الايمان للمومن بعد موتة وذلك الوصف باق اللروح والجسد معالان لان الجسد لا تاكله اللارض ونقل السبكى فى طبقاته عن ابن فورك انه صل الله عليه وسلم حتى فى قبره رسول الله الا بد حقيقتاً لا مجازا

قال بن عقيل من الحنابلة هو صلى الله عليه وسلم حى فى قبره يصلى باذان واقامة فى اوقات الصلوٰة

سوال تھا کہ کیا ہمارے نبیؐ کی اور ہر نبیؑ کی رسالت ان کی موت کے بعد حقیقی طور پر باقی رہتی ہے یا نہیں؟ تو اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ وہ حقیقتاً نبی و رسول ہیں اور کرامیہ کہتے ہیں کہ حقیقی رسول نہیں ہیں شیخ عبدالحق اسفرائنی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم کی دعوت آپ کی موت کے بعد بھی حقیقی طور پر باقی ہے۔

جیسا کہ مومن کا ایمان اس کی موت کے بعد باقی رہتا ہے اور رسالت کے بعد یہ وصف روح اور بدن دونوں کے لئے ہوتا ہے کیونکہ نبی کریم کا جسد مبارک محفوظ اور زندہ ہے، امام سبکیؒ نے الشافعیہ میں ابن فورک سے نقل کیا ہے کہ:

حضورؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اب تک حقیقی نبی ہیں مجازی نہیں۔ اور ابن عقیل حنبلی نے فرمایا حضور اکرم قبر میں زندہ ہیں اور اوقات نماز میں اذان و اقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔

☆☆

فقہائے شافعیہ کی شہادت

حافظ الحدیث احمد بن محمد قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری جلد ششم ص ۲۸۱:۲۷

واللہ الذی نفسی بیدہ لا یذیقک اللہ موتیتن ابداً ومرادہ الرد علی عمرؓ حیث قال ان اللہ یبعثہ حتی یقطع ایدی رجالا وارجلھم لانہ لوصح ماقالہ لزم ان یموت موتتا اخری فاشاران انہ ااکرم علی اللہ من ان یجع الیہ مرتبین کما جمعنا الی غیرہ کالذی مرعلی قریۃ اولابھا یحی فی قبرہ اثم لایموت

ص۱۸۱

واللہ لا یجمع اللہ علیک موتین قبل ھما علی حقیقۃ وقیل لایرادہ لایموت موتۃ آخری فی غیرہ یحیی ثم نسئیل ثم یموت

امام قسطلانی شرح بخاری میں صدیق اکبرؓ کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو دو موتیں نہیں دیں گا شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا خیال تھا کہ حضورؐ کو دوبارہ زندہ کریگا اس کی تردید مقصود ہے کیونکہ دنیا میں اگر دوبارہ زندگی ملے تو پھر موت بھی آئے گی جیسا کہ عزیر کو دو موتیں آئیں کیونکہ حضورؐ اللہ کے ہاں بہت مکرم ہیں ان کو دو موتیں نہیں آئیں گی یا دو موتوں سے مراد یہ ہے کہ ایک موت تو دنیا میں آچکی اور ایک موت قبر کی جو نہیں آئے گی مگر نبی کریمؐ کو قبر میں جب حیات ملے گی تو دائمی ہوگی پھر موت نہیں آئے گی دو مرتبہ جمع نہیں ہوگی۔

۲۔ حجۃ الاسلام امام غزالی۔ انوار محمود جلد اول ص ۳۵۱

قولہ ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء ای من ان تاکلھا بان الانبیاء ف قبورھم احیاء قال الغزالی فی الاحیاء حیاۃ الانبیا حیاۃ جسمانیہ۔

نبی کریمؐ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے اجساد زمین پر حرام کر دیے ہیں یعنی وہ نہیں کھائے گی کیونکہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں امام غزالی نے احیاء میں فرمایا کہ انبیاء کی زندگی حیات جسمانی ہے۔

۳۔ محدث احمد عبدالرحمٰن مصری شارح مسند امام بلوغ الامانی جلد ششم ص ۱۲

وفیھا النبی حی فی قبرہ فان الارض لاتاکل اجساد الانبیاء والاحادیث فی ذالک کثیرۃ

ان احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور زمین پر حرام ہیں کہ زمین انبیاء کے وجود کو کھائے اور اس بارہ میں احادیث کثیر ہیں۔

۴۔ بلوغ الامانی جلد ششم ص ۱۲:

احتج القائلون بانھا مندربۃ بقولہ تعالیٰ ولو انھم اذ ظلمو انفسھم جاؤک فاستغر اللہ واستغفر لھم الرسول الخح

ووجد الاستدلال بھا انہ حی فی قبرہ بعد موتہ کمانی حدیث الانبیاء احیاء فی قبورھم وصحیح البھقی والف فی ذالک جزاء قال الاستاد ابو المنصور البغدادی

قال المتکلمون المحققون من اصحابنات ان نبینا حتی بعد وفافتہ واذا ثبت حی فی قبر کان المجیی الیہ بعد الموت کالمجیء الیہ قبلہ

جو لوگ (زیارت قبر نبیؐ) کے مندوب ہونے کے قائل ہیں ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے کہ اگر یہ لوگ گناہ کریں اور آپؐ کے پاس حاضر ہو کر توبہ کر لیں اور آپ ان کی سفارش کریں تو اللہ ضرور ان کو معاف فرمائے گا۔

دلیل کی بنیاد یہ ہے کہ نبی کریمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ حدیث ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں تو آپ کے پاس ابھی بھی جانا ایسا ہے جیسا وفات سے پہلے بیہقی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ استاد ابوالمنصور بغدادی کہتے ہیں کہ ہم اہل سنت کے متکلمین محققین کا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے نبی کریمؐ وفات کے بعد زندہ ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ آپ قبر میں زندہ ہیں تو جو شخص حضور کی زیارت کے لئے آپ کی قبر پر آئے گا وہ بالکل ایسا ہے جیسا کہ آپ کی وفات سے پہلے آپ کی زیارت کو آنے والا ہے۔

☆☆

فقہائے مالکیہ کا عقیدہ

حافظ محمد عبدالباقی زرقانی مالکی۔ زرقانی علی المواہب جلد ہشتم ص ۳۰۴۔۳۱۱

فیجب الادب معه کما فی حیاته اذهر حی فی قبره یصلی فی اذان واقامة ویکثر من الصلوٰة بحضرة الشریفة حیث یسمعه ویرد الیه الزائر ان المراد بالعند یته قریب القبر بحیث یصدق علیه عرفاً انه عنده

وبالبعد مع اراه . ورد ان رداسلام علی المسلم لا یختص به صلی الله علیه وسلم واجیب بردالنبیؐ حقیقی بالروح والجسد معاً ولا کذلک الردمن غیر الانبیاء

حضورؐ کے روضہ اطہر کی زیارت کرنے والے کو واجب ہے کہ ایسا ادب کرے جیسا کہ حضورؐ کی حیات میں لازم ہے کیونکہ اب بھی قبر میں زندہ ہیں اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور بوقت حاضری ورد کی کثرت کرے کیونکہ حضورؐ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور قریب سے مراد قبر شریف کے اتنا قریب ہو جیسے حرف عام میں قریب کہا جاتا ہے اسی طرح بعد سے بھی بعد عرفی مراد ہے۔ یہ وہم نہ کرے کہ سلام کا جواب ہر مسلمان میت کے لئے آتا ہے تو انبیاء کی خصوصیت کیا ہوئی۔ میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ نبی کریم کا جواب حقیقی ہے روح اور بدن دونوں کی طرف سے اور غیر نبی میں یہ بات نہیں۔

۲۔ علامہ محمد بن علی شوکانی۔ نیل الاوطار جلد سوم ص ۲۴۸۔

وقد ثبت فی حدیث ان الا نبیاء احیاء فی قبور هم رواه المنذری

وصحیح البھقی ان النبیؐ قال مورت بموسیٰ بی عند کثیب احمر وھو قائم یصلی فی قبرہ.

حدیث میں ثابت ہے کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اس کو منذری نے روایت کیا اور بیقھی نے اس کو صحیح قرار دیا کہ نبی کریمؐ نے فرمایا معراج کی رات میں موسیٰ کے پاس سے گزرا وہ کثیب احمر کے پاس کھڑے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔

شافعی، حنبلی، مالکی فقہائے حیات انبیاء کے متعلق جو عقیدہ پیش کیا ہے اس کی سند کے طور پر سہ فقہی مکاتب فکر کے اجل فقہا کی عبارت پیش کرنے سے غرض یہ ہے کہ یہ چاروں فقہی مکاتب فکر اہل السنت والجماعت ہی سے کہلاتے ہیں ہمارے ہاں کا ملحد گروہ اپنے آپ کو شافعی، مالکی یا حنبلی نہیں کہلاتا، ہاں اپنے آپ کو حنفی ضرور ظاہر کرتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اہل السنت والجماعت کے ہر فقہی مکتب فکر کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیاء زندہ ہیں اور یہ ملحد گروہ دہائی رہا ہے کہ نہیں وہ مر گئے لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ ان کا اہل السنت والجماعت سے کوئی تعلق نہیں۔

ایک حدیث کی بحث:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ مشہور حدیث ہے کہ

من صلی علی عند قبری سمعتہ الخ جس نے میری قبر کے پاس آکر سلام پڑھا وہ میں خود سنتا ہوں۔

یہ منکرین حدیث کا ٹولہ کبھی کہتا ہے یہ حدیث ضعیف ہے کبھی اسے موضوع قرار دیتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ ان محدثین کرام کے نام بطور سند پیش کیے جائیں جو اہل فن شمار ہوتے ہیں اور جنہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی اور بہ سند جید فرمایا ان کے نام یہ ہیں:

(۱) امام محدث بیہقیؒ (۲) امام محدث طبرانیؒ (۳) علامہ ابن تیمیہؒ (۴) علامہ سخاویؒ (۵) امام سیوطیؒ (۶) علامہ ابن عقیلؒ (۷) محدث عقیلیؒ (۸) امام ابن قیمؒ (۹) محدث ابوبکر شیبہؒ

(۱۰) محدث خطیب بغدادیؒ (۱۱) محدث ابن حبانؒ (۱۲) محدث ابو شیخ (۱۳) محدث قاضی عیاضؒ (۱۴) محدث زرقانیؒ (۱۵) محدث ابن حجر عسقلانیؒ (۱۶) محدث ابوالحسنؒ (۱۷) استاد الکل مولانا حسین احمد دیو بندیؒ (۱۸) محدث قاضی نور محمدؒ (۱۹) علامہ نجم الدینؒ (۲۰) امام ولی الدین تبریزیؒ (۲۱) محدث علامہ علی القاریؒ

یہ اکیس اہل فن محدثین اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں مگر ہمارے یہ کڑی پچی کے دیسی محدث کہتے ہیں ''میں مانو نہ مانوں''، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب بقول ان کے ''رحملے'' ہیں، اور ان بیچاروں کو اللہ کی رحمت سے چڑ ہے کیونکہ اللہ کا غضب ہی ان کی منزل مقصود ہے۔

ایک اور حدیث سے یہ لوگ بہت زیادہ بدکتے ہیں اور وہ ہے حدیث اکثار الصلوٰۃ بروز جمعہ۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے فتح الباری شرح بخاری میں حضرت اوس بن اوس کی اس روایت کا یوں تذکرہ فرمایا ہے۔

ورد الامر باكثار الصلوٰة عليه يوما الجمعة من حديث اوس بن اوس دهو عند احمد ابى داؤود صحح، ابن حبان قال ابن حجر فى حديث صحيح كما تقدم

(فتح الباری شرح بخاری کتاب الدعوات وکتاب الانبیاء)

جمعہ دن کثرت سے درود پڑھنے کا حکم بزبان رسول اللہؐ صادر ہوا۔ حدیث اوس بن اوس میں۔ اور وہ حدیث ہے امام احمد، امام ابوداؤد کے نزدیک ابن حبان نے اس کو صحیح کہا۔ امام ابن حجر نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

امام ذہبی جو جرح و تعدیل کے امام ہیں کہ یہ حدیث اوس ابن اوس کی علی شرط البخاری ہے اور ابن حجر فرماتے ہیں کہ

صححه ابن خزيم وابن حبان والدار قطنى والنورى فى الاذكار

حدیث اوس بن اوس کو روایت کیا صحابہ کرام نے، خود حضرت اوس بن اوسؓ نے، حضرت

ابو ہریرہؓ نے، حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عبداللہؓ بن عمر نے، اور حضرت ابوداؤدؓ نے حتیٰ کے اکثار صلوٰۃ کی حدیثیں تواتر معنوی سے ثابت ہیں اور اس حدیث کو حسب محدثین کبار نے بیان کیا اور اپنی کتابوں میں درج فرمایا:

۱: محدث کبیر علامہ انور شاہ کاشمیریؒ ۲: امام احمد حنبلؒ ۳: ابن خزیمہؒ ۴: ابن حبانؒ ۵: شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۶: علامہ شوکانیؒ ۷: محدث طیبی ۸: علامہ علی القاری ۹: محدث سمہودیؒ ۱۰: علامہ ابن تیمیہ ۱۱: امام ذہبی ۱۲: حافظ الدنیا محدث ابن حجر عسقلانیؒ ۱۳: محدث بدرالدین عینی حنفیؒ ۱۴: امام سخاوی ۱۵: محدث و مفسر ابن کثیر ۱۶: محدث دارقطنیؒ ۱۷: امام نووی ۱۸: امام ابوداؤد ۱۹: امام نسائیؒ ۲۰: محدث ابن قیمؒ

اتنے محدثین جو علم حدیث میں جبال الراسیات کے مقابلے اب کسی ملحد کے لئے کہاں گنجائش ہے کہ اس کے متعلق بے مغز خرافات زبان پر لائے۔ اور اگر کوئی کودن یہ حرکت کر ہی بیٹھے تو کوئی مسلمان اس کی بات پر کیوں دھرے۔ کیونکہ جن کی قسمت میں عداوت و توہین رسول ہی لکھی گئی ہو وہ باز کب آسکتے ہیں۔

ایک جہالت مآب برخود غلطی مولوی نے یہ بیخ لگائی کہ اس حدیث میں عبدالرحمٰن بن یزید ایک راوی ہے جو ضعیف ہے۔ اس سے کوئی پوچھے کہ جب اکثار صلوٰۃ کی حدیثیں تواتر تک پہنچ چکی ہیں تو ضعف کا سوال کہاں باقی رہا مگر ان بے نصیبوں کو نہ حدیث سے کوئی واسطہ ہے نہ جرح و تعدیل پر اعتماد ہے مگر بیچارے معذور ہیں کیونکہ جب رسول پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ بھی ایک فن کے امام ضرور ہیں۔ کہ اپنے من گھڑت عقیدے کے مطابق کوئی بات مل جائے تو وہ صحیح اور سچی، خواہ اہل فن کے نزدیک اس کا کوئی مقام نہ ہو، اور جو ان کے ایجاد بندہ قسم کے عقیدے کے خلاف پڑے وہ ضعیف بھی ہے، موضوع بھی ہے اور جھوٹی بھی ہے خواہ دنیا بھر کہ محدثین اسے صحیح اور متواتر ہی کیوں نہ تسلیم کریں۔ ان کا مبلغ علم بس اتنا ہے کہ پرائمری مدرسہ سے بھاگا اور شیخ القرآن بن گیا۔ اب اس گروہ کے تمام شیوخ سن لیں کہ جواب عبدالرحمٰن بن یزید ضعیف راوی

ہے وہ ہے عبداللہ بن یزید بن تمیم ۔ اور اس حدیث میں جو عبدالرحمٰن راوی ہے وہ ہے عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر مگر آپ معذور ہیں عبدالرحمٰن اور ضعیف دو لفظ آپ کے سامنے آگئے خوشی سے پھولے نہیں سمائے کہ اکثار صلوٰۃ سے جان چھڑانے کا بہانہ مل گیا۔ اگر علم سے کچھ لگاؤ ہوتا تو تہذیب التہذیب اور لسان المیزان ان ہی دیکھ لیتے اور اگر تحقیق صداقت سے تعلق ہوتا تو اپنی جہالت کو پردہ اخفاء میں رکھ کر کسی پڑھے لکھے آدمی سے ان کتابوں کا ضروری حصہ پڑھوا کر سن ہی لیتے اور اگر کچھ بھی نہ کر سکتے تو عقل سے کام لیا ہوتا کہ اگر ایسا ضعیف راوی اس حدیث کی سند میں موجود ہوتا تو اتنے بڑے اہل فن محدثین اس کو قبول کیسے کرتے مگر آپ معذور ہیں کہ آپ کا یہ خانہ بھی خالی ہے۔ مگر جب آپ توحیدی ہیں تو آپ کا اصول یہ ہے کہ نہ خدا کی سنو نہ رسول کی صرف ہماری سنو، لہٰذا یہی رٹ لگائے رکھو............

حیات انبیاء اور اکثار صلوٰۃ پر متواتر احادیث دال ہیں اور از دوارد ہیں، چنانچہ فتاویٰ الکبریٰ فقیہہ علامہ ابن حجر مکی ۵:۱۳۵ بقدر ضرورت

سئل رضی اللہ عنه حدیث احمد وابی داؤد و بیھقی ما من احد یسلم عنی الارد اللہ الی روحی حتی ارد علیه اسلام ما الجواب عنه مع الاجماع علی حیاۃ الانبیاء کما تواترت الاخبار به.

ترجمہ:

علامہ ابن حجر مکی سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا کہ ”جب کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو مجھ پر لوٹا دیتا ہے اور میں سلام کا جواب دیتا ہوں“ فرمایا جواب تو یہ ہے کیونکہ حیات انبیاء پر پوری امت کا اجماع ہے جیسا کہ متواتر احادیث سے ثابت ہے،،

اس سے دو امور ثابت ہوئے اول احادیث رسول متواترہ سے حیاۃ انبیاء ثابت ہے دوم یہ کہ اس پر اجماع امت ہے اور اجماع ایک مستقل دلیل ہے جو کافی ووافی ہے اس شخص کے لئے جو اس امت کا فرد ہے ہاں جس کا تعلق امت محمدیہ سے نہیں اس کے لئے اجماع امت بے معنی چیز

ہے اس طرح افرادامت کے لئے تواتر بھی دلیل بدیہی اولیٰ ہے اگر آدمی تواتر سے انکار کرنے پر اتر آئے تو وہ قیامت، جنت دوزخ حتیٰ کے رسالت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی انکار کر سکتا ہے، یہ ملحد ٹولہ جو تواتر کا انکار کر چکا ہے اس نے آخر رسالت کا بھی انکار کر دینا ہے۔ ان سے ہوشیار رہو۔

۲۔ اسی طرح زرقانی ۵:۳۳۲

حیاۃ النبی قبرہ ھو و سائر الانبیاء معلومۃ عند نا علما قطعیا قام عند نا من الادلۃ فی ذلک وتواترت الاخبار بہ

ترجمہ: ''نبی کریمؐ اور انبیاءؑ کی قبروں میں زندگی ہمارے نزدیک قطعی اور یقینی ہے اور اس حیات پر دلائل قطعیہ قائم ہیں اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے''۔

معلوم ہوا کہ حیات انبیاء علم قطعی سے ثابت ہے اور یہ علم قطعی دلائل قطعیہ سے حاصل ہوا اور متواتر احادیث سے حاصل ہوا۔

۳۔ علامہ سیوطی نے انباء الاذکیاء فی حیات الانبیاء کے شروع میں لکھا ہے کہ حیات انبیاء علیہم السلام متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

۴۔ مولانا ادریس کاندھلویؒ نے اپنے رسالہ حیات النبیؐ کی ابتداء میں لکھا ہے کہ حیات انبیاء متواتر احادیث سے ثابت ہوا ہے۔ مگر تواتر ایک بدیہی دلیل بھی اس شخص کے لئے ہے جو امت محمدیہ کا فرد ہو، امت سے خارج آدمی کے لئے تواتر کا کوئی مقام ہی نہیں۔

☆☆

اجماع بر حیات انبیاء

علامہ ابن حجر مکی کے فتاوی الکبری کا اقتباس گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اس کے علاوہ اس مسئلہ پر امت کے اجماع کے سلسلے میں چند ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔

ا: القول البدیع علامہ سخاوی شاگرد رشید حافظ الدین علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۱۶۷ پر لکھتے ہیں۔

السادس: رسول اللہ حی علی الدوام یوخذ من ھذہ الاحادیث انہ صلی اللہ علیہ وسلم حی علی الدوام الی ان قال ونحن نومن وتصدق بانہ صلی اللہ علیہ وسلم حی یرزق فی قبرہ وان جسد الشریف لاتا کلہ الارض والا اجماع علی ذلک.

ترجمہ: چھٹی بات یہ ہے کہ رسول کریمؐ ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں یہ امر ان احادیث سے لیا جاتا ہے۔ اور سمجھا جاتا ہے۔ اور ہم ایمان رکھتے ہیں اور تصدیق کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ قبر میں زندہ ہیں، قبر میں آپ کو رزق جاتا ہے اور آپؐ کے جسم مبارک کو زمین نہیں کھاتی۔ اور اس پر امت کا اجماع ہے''

۲۔ نور الایمان بزیارت آثار حبیب الرحمن مولانا عبدالحکیم لکھنوی۔ والد ماجد مولانا عبدالحئی لکھنوی ص ۱۶ پر فرماتے ہیں کہ حیات انبیاء علیہم الصلوۃ پر پوری امت کا اتفاق واجماع ہے۔

۳۔ مدارج النبوۃ ۲: ۴۴۷ اور اشعۃ اللمعات ۱: ۶۱۷

حیات انبیاء متفق علیہ است ہیچکس رادروے اختلاف نیست حیات جسمانی دنیوی نہ حیات روحانی معنوی۔

ترجمہ: حیات انبیاء پرامت کا اتفاق ہے اس میں کسی ایک فرد کا بھی اختلاف نہیں حیات بھی حیات جسمانی دنیوی کو نہ روحانی معنوی''

۴۔مظاہر حق ۱:۶ ۴۵

''حدیث کا اصل یہ ہے کہ زندہ ہیں انبیاء قبروں میں یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کسی کو اس میں اختلاف نہیں ہے۔

۵: جذب القلوب ص ۱۸۶

بدانکہ اہل السنت والجماعت اعتقاد دارند بہ ثبوت و ادراکات مثل علم وسمع وبصر وسائر امرات از احاد بشر کصوصا انبیا علیم اسلام وقطع میکنم بعود ہر میت را در قبر چنانکہ دراحادیث ورود یافتہ است۔

ترجمہ:

خوب جان لو کہ تمام اہل سنت والجماعت اعتقاد رکھتے ہیں ساتھ ثبوت ادراکات اور تمام امور مثلاً میت کا علم ہونا، سننا، دیکھنا اور تمام امور ایک عام آدمی کے لئے ثابت ہیں بالخصوص انبیاء کرام کے لئے اور ہم یقین رکھتے ہیں قبر میں ہر میت کے لئے حیات کے لوٹائے جانے پر جیسا کہ احادیث میں وارد ہے،،

ان تمام اقتباسات کا حل یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ واتفاق اور اجماع حیات پر ثابت ہے ہاں عین غین پارٹی کے جو اہل سنت سے خارج ہیں اس اجماعی عقیدہ سے اختلاف رکھتی ہے۔

علامہ خفاجی نے اس عقیدہ کے متعلق اپنی مشہور کتاب نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض ۳:۳۹۴ پر فرمایا:

فمن المعتقد المعتمد انه صلى الله عليه وسلم حي في قبره كسائر الانبياء في قبورهم والحق مع الجمهور

ترجمہ: اور معتمد علیہ عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ قبر میں زندہ ہیں جیسا کہ دوسرے انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور حق ہمیشہ جمہور کے ساتھ ہوتا ہے۔''

فیض الباری ۲:۱۸۳ پر یہی اصول بیان کیا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جمہور کے ساتھ ہمیشہ حق ہوتا ہے جس کو حق تلاش ہو وہ جمہور امت سواد اعظم اور جمہور علمائے امت کا دامن تھام لے۔

اس مسئلے کے دوسرے پہلو یعنی اجماع کی مخالفت کے متعلق ابن علامہ تیمیہ نے وضاحت فرمائی ہے، طریق الوصول الی علم الماموں ص ۱۰؛

فكل مسئلة يقطع فيها با لا جماع وبانتفاع المنازعة من المومنين فانها كما بين الله فيه الهدى ومخالف مثل هذا لاجماع يكفر كما مخالف النص البين؛

ترجمہ: ہر وہ مسئلہ جس پر یقینی طور پر امت کا اجماع ہو جائے اور کسی مومن ذی علم کا اختلاف نہ ہو تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت بند ہوتی ہے تو ایسے اجماع کا مخالف کافر ہے جیسا کہ نص قرآنی کا منکر کافر ہے،،

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ:

ا۔ جمہور علماء اہل سنت کا اقرار ہے کہ حیات انبیاء کی حدیثیں متواتر ہیں۔

۲۔ اکابر علماء اہل سنت کا اقرار کہ حیات انبیاء پر پوری امت محمدیہ کا اجماع ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں ہے سب کا اتفاق ہے۔

۳۔ اکابر علماء اہل سنت کا اقرار کہ انہی متواتر احادیث اور اجماع کی وجہ سے پوری امت کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرات انبیاء قبروں میں زندہ ہیں۔

۴۔ ان اقرارات کی وجہ سے اکابرین علمائے امت کا فتویٰ یہ ہے کہ منکر اجماع کافر ہے۔ مگر اس کے باوجود عین غین پارٹی کا ڈنکے کی چوٹ سے اعلان ہے کہ وہ اس اجماعی مسئلہ کے منکر ہیں اور لطف یہ ہے پھر بھی اپنے آپ کو اہل سنت اور مسلمان سمجھتے ہیں اور دوسروں کو ایسا سمجھنے پر مجبور بھی کرتے ہیں۔

اعلان:

اب کسی ملحد زندیق میں ہمت ہے، یا اس کے اپنے قول کا پاس ہے یا اس کی دلیل میں جان ہے یا اس کے مذہب اور عقیدہ میں صداقت ہے، تو ان اقراروں سے ثابت کرے کہ:

۱۔ اکابر علماء اہل سنت کا اقرار پیش کرے کہ متواتر حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ انبیاء قبروں میں مردہ بے جان پڑے ہیں نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

۲۔ اکابر علماء اہل السنت کا اقرار پیش کرے کہ تمام علمائے امت کا اور تمام امت کا اجماع ہے کہ نبی کریمؐ وقت حاضری نہ تو صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

۳۔ اکابر علماء اہل السنت کا اقرار پیش کرے کہ تمام امت کا عقیدہ یہی ہے کہ حضرات انبیاء علیہم بعد موت نہ سنتے ہیں نہ صلوٰۃ وسلام کا جواب دیتے ہیں۔

۴۔ یہ فتویٰ بھی پیش کریں کہ اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم اسلام نہ سنتے ہیں نہ سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس اجماع کا مخالف کافر ہے۔

متواتر احادیث اور اجماع امت پیش کرنا تو دور کی بات ہے میں کہتا ہوں چلو ایک صحیح حدیث پیش کردو کہ نبی کریمؐ نہ سنتے ہیں نہ صلوٰۃ وسلام کا جواب دیتے ہیں اور جو یہ عقیدہ رکھے وہ مشرک اور کافر ہے یا یہ دکھا دے کہ حضورؐ نے فرمایا ہو کہ میری موت کے بعد میری قبر پر صلوٰۃ و سلام نہ پڑھنا میں نہ سنوں گا نہ جواب دوں گا۔ اور اگر تم نے یہ عقیدہ رکھا یا اس عقیدہ سے صلوٰۃ وسلام پڑھا تو مشرک کافر ہو جاؤ گے۔

چلئے کوئی حدیث نہیں پیش کر سکتے تو نہ کر و سکو گے ولو کان بعضکم لبعض ظہیرا ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین:

قیامت آجائے گی مگر اس سے مردود عقیدہ انکار حیات پر ایک حدیث پیش نہیں کر سکو گے، تو مفسرین میں سے کسی مفسر کا قول، یا محدثین میں سے کسی محدث کا قول یا فقہاء میں سے کسی فقیہ کا قول یا متکلمین میں سے کسی متکلم کا قول یا عارفین میں سے کسی عارف باللہ کا قول ہی پیش کر دو۔ یہ صراحت ہو کہ میری قبر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا شرک ہے میں دیکھ لوں گا کون مائی کا لال پیش کرتا ہے کوئی کور باطن یہ تو کرے گا کہ حدیث پر طعن کرے حدیث کو ضعیف یا جھوٹا کہے۔ کہ ضعیف سے ضعیف حدیث بھی اپنے ملعون عقیدہ کی سند میں پیش نہیں کر سکے گا، یوں تو منہ چڑھانے کے لئے تو ایک دہریہ بھی خدا کا انکار کرنے کے لئے اول فول بک دیتا ہے اور سمجھتا یہ ہے کہ میں دلائل پیش کر رہا ہوں۔ مگر یہ لوگ بس اپنا قول پیش کر کے دوسروں سے منواتے ہیں اور فعل رسول کو خود ٹھکراتے ہیں اور دوسروں کو بھی رسولؐ سے قطع تعلق کی دعوت دیتے ہیں اور اس حرکت کا نام رکھتے ہیں اشاعت توحید وسنت۔ عقیدہ حیات انبیاء کے حق میں متواتر احادیث، اجماع امت اور اقوال ائمہ اربع آپ نے اپنے پڑھ لئے۔ مگر دیدہ دلیری ملاحظہ ہو کر یہ مجدین شرک کفر گر، ملحدین کا ٹولہ اس اجماعی عقیدہ کو کفر وشرک کہتا ہے، جیسا کہ نیلوی کی کتاب ندائے حق سے عبارت پیش کر چکا ہوں اور واعظ سعید کی تقریر کا حوالہ گزر چکا ہے کہ جو شخص اس بات کا قائل ہو کہ نبی کریمؐ وقت حاضری روضہ اطہر صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں وہ مشرک کافر ہے اور جو اسے کافر نہ سمجھے وہ بھی کافر ہے اور کوئی اسے فروعی مسئلہ سمجھے وہ بھی کافر ہے، یہ ہے ان کی توحید اس ٹولے کا ایک اور فرد اللہ بخش موچی اپنی کتاب اربعین کے ص ۲۸ پر لکھتا ہے "بعد موت سماع اور رویت انبیا کا عقیدہ دراصل یہودیوں کی ایجاد ہے"

پھر ص ۴۲ پر لکھتا ہے: چونکہ نبی کریمؐ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ میری امت بھی یہود وانصاری کی طرح عقائد اعمال میں گمراہ ہوگی۔

پھر اسی صفحہ پر لکھتا ہے: نبی علیہ اسلام کا پختہ فیصلہ ہے کہ جس قبر کی پوجا کی جائے چاہے نبی کو ہو یا غیر نبی کی بمنزلہ بت کے ہے جیسے بت نہیں سنتا نہ جواب دیتا ہے اسطرح قبر میں مدفون بزرگ نہ سنتے ہیں نہ جواب دیتے ہیں۔

ان کے پیر و مرشد عنایت اللہ شاہ گجراتی کے نزدیک روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے والا اور سماع موتی کا قائل ابوجہل کا...... کنبہ ہے: یہ بھی خوب کہی کیا ابوجہل سماع موتی کا قائل تھا؟ اگر نہیں اور واقعی تو ابوجہل کا...... کنبہ تو وہ ہوا جو سماع موتی کا منکر ہو، لہذا آپ اور آپ کی پوری پارٹی ابوجہل کا...... کنبہ ہوئے اور یہ بات آپکو جچتی بھی ہے کیونکہ ابوجہل بھی قریشی تھا اور آپ بھی قریشی ہیں۔ لہذا آپ کے دونوں سلسلے یعنی نسبتی اور اعتقادی ابوجہل ہی سے ملتے ہیں۔

اور آپ کا چیلہ اللہ بخش امت محمدیہؐ کو یہودی کہتا ہے۔ البتہ اس نے اپنے قول کی جو وضاحت کی تو بات کھل گئی۔ اس نے کہا کہ امت محمدیہؐ کے بعض افراد مراد ہیں۔ اب بات بنی وہ بعض کون ہیں وہی جنکی خوبو، روش یہود سے ملتی تھی چنانچہ یہود کی خاصیت انبیاء کی توہین کرنا اور انبیاء کو قتل کرنا ہے۔ ان میں سے پہلی بات یعنی توہین انبیاء میں آپکی پارٹی یہودیوں سے کسی طرح کم نہیں رہا انبیاء کا قتل کرنا تو اس میں آپ مجبور ہیں اگر نبی کریمؐ اسی عالم آب وگل میں موجود ہوتے تو تم لوگ حضورؐ کو قتل کرنے سے بھی نہ چوکتے لہذا اللہ بخش کے بعض افراد سے مراد آپ لوگ ہی ہیں جو مسلمانوں کا لیبل لگا کر انبیاء کی توہین کرنا اپنا وظیفہ حیات سمجھتے ہیں، گجراتی پیر خوب جانتا تھا کہ صاف لفظوں میں نبی کریمؐ کی توہین اس اسلامی ملک میں بھلا کون سنے گا اس لئے یہ راہ نکالی کہ نبی مر گئے مٹ گئے خاک ہو گئے نہ سنتے ہیں نہ بولتے ہے نہ ان کا کوئی علم ہے لہذا جو ایسا عقیدہ رکھے وہ مشرک کافر ہے، حیرت ہے کہ چودہ سو سال میں کسی مفسر، اصولی، فقیہ اور مجتہد اور کسی مورخ اور عارف باللہ نے یہ نہ سمجھا کہ سماع موتی کا قائل مشرک اور کافر ہے یعنی اتنے طویل عرصے میں کسی کو کفر اسلام میں تمیز کرنے کی توفیق نہ ہوئی یہ نکتہ سوجھا تو چودہ سو برس بعد ایک خود ساختہ شیخ القرآن کو کسی ایک نیلوی کی پیلوی اور گجراتی کو کیا ذہن رسا پایا ہے چودہ صدیوں میں پہلی

ہوئی پوری امت محمدیہ کو جو کافر مشرک یا یہودی سمجھتا ہے وہ خود ایسا ملحد ہے کہ اس کے ملعون ہونے میں شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا اور قرآن کو بھی سمجھا تو یہ بنا پتی شیخ القرآن ہی سمجھے۔ سچ کہا کہنے والے نے کہ

تنگ بر مار ہگذار دین شدہ
ہر لئیمے راز دار دین شدہ۔

☆☆

نیلوی اینڈ کمپنی کا نبوت و رسالت سے انکار

نیلوی صاحب نے اپنی کتاب ندائے حق طبع جدید کے ص ۴۰۸ اور ص ۵۶۱ پر لکھا ہے

ا۔ یہ بات تو ثابت و محقق ہو چکی ہے کہ رسالت و نبوت دراصل روح کی صفت ہے (نہ جسد عنصری الروح کی)

اور ص ۴۰۹ پر لکھتے ہیں کہ:

۲۔ نبوت و رسالت اور ایمان دراصل روح کی صفتیں ہیں۔ اور روح ہمیشہ رہتی ہے جو بدن کی موت کے بعد اصلاً تغیر پذیر نہیں ہوتی۔

اور ندائے حق طبع قدیم ص ۴۰ پر عنوان قائم کرتے ہیں "انسان کس چیز کا نام ہے" اس کے تحت فرماتے ہیں۔

۳۔ صاحب تسکین سے یہ بھی بات محض مخفی نہ ہوگی کہ انسان اس گوشت پوست ہڈیوں پٹھوں اور خون وغیرہ کا نام نہیں اور نہ ہی اس ڈھانچے کا نام ہے جو ہمیں نظر آتا ہے۔

نیلوی صاحب کے ان دعاوی کا تجزیہ کرنے سے ان کا اصل عقیدہ واضح طور پر سامنے آجاتا ہے۔ مثلاً:

ا۔ نبوت، رسولت، ایمان ایسی صفتیں ہیں کہ قائم بالغیر ہیں نہ بنفسہ اور یہ صفتیں موصوف زندہ کو چاہتی ہیں۔ اگر ان کا موصوف زندہ نہ رہا تو یہ صفات اس سے سلب ہو جائیں گی۔

۲۔ نبوت، رسالت اور ایمان صفتیں روح کی ہیں نہ تنہا جسد عنصری کی نہ جسد مع الروح

کی۔ یعنی نبوت، رسالت ایمان کا جسد عنصری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں، لہٰذا جسد وبدن انسانی کا نبوت ورسالت سے کوئی واسطہ نہیں۔

۳۔ بدن انسانی متغیر ہوجاتا ہے اس بنا پر نبوت ورسالت اور ایمان، بدن کی صفتیں نہیں ہوسکتیں، صرف روح مجرد کی صفات ہیں جو اصلاً تغیر پذیر نہیں ہوتیں

۴۔ بدن انسانی جو ظاہر نظر آتا ہے یہ انسان نہیں، لہٰذا یہ اولاد آدم بھی نہیں یعنی نیلوی صاحب جو نظر آتے ہیں یہ انسان نہیں، پھر کیا ہیں۔ اس ڈھانچہ کا بھی تو کوئی نام بتایا ہوتا اور جب بدن عنصری تو نبی ورسول کہاں ہوگا۔ حالانکہ اہل حق کے نزدیک نبی اور رسول کی تعریف یہ ہے کہ:

هو انسان مبعوث الى الخلق لتبليغ الاحكام

یعنی نبی ایک انسان ہوتا ہے جو تبلیغ احکام کے لئے مبعوث ہوتا ہے۔ اگر یہ بدن انسان نہیں اور نبوت ورسالت روح کی صفت ہے تو کیا اللہ تعالیٰ انبیاء کی روحوں کو مخلوق کی روحوں کی طرف مبعوث کرتا رہا۔ اور انبیاء روحوں کی تبلیغ کرتے رہے اور روح ایمان بھی لاتے رہے اور عمل بھی کرتے رہے۔

چونکہ یہ تینوں صفتیں روح کی ہوئیں اور جناب نے ساتھ ہی یہ قانون بھی بیان کردیا کہ جس چیز کو تغیر وتبدل ہو اس کے ساتھ نبوت رسالت اور ایمان کا کوئی تعلق نہیں اب بتایئے کہ حضرات انبیاء کے ابدان کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے، فتویٰ تو خیر آپ دے چکے ہیں مگر واضح الفاظ میں کہہ دیجئے تاکہ لوگوں کو آپ کے ایمان بالرسالت کی حقیقت واضح ہوجائے۔

پھر یہ کہ جب ایمان سے خالی ہوئے تو عمل سے بطریق اولیٰ خالی ہوئے ظاہر ہے کہ جب کوئی بدن ایمان سے خالی ہے تو یقیناً اسے عذاب ہوگا۔

دوسرا فتویٰ یہ دیجئے انبیاء کے ابدان کے متعلق عذاب کے سلسلے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ اور روح اگر بدن کے اندر ہے تو اسے بھی عذاب تو ہوگا۔ ہاں اگر آپ کا خیال ہے کہ عذاب نہ روح کو ہوتا ہے نہ بدن کو تو یہ ضروریات دین کا انکار ہے اور صریح کفر ہے اور اگر بدن کے عذاب

کا انکار کرو تو ماننا پڑے گا کہ بدن مکلف ہی نہ تھا۔ بدن کو غیر مکلف کہنا بھی ضروریات دین کا انکار ہے جو صاف کفر ہے اور اگر مکلف ہے تو عذاب سے کیسے بچ سکتا ہے۔ اور آپ تو بدن کو غیر مکلف بھی کہہ گئے ہیں جیسا کہ ندائے حق صفحہ ۴۴

"نیز انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ صاحب عقل اور صاحب ادراک ہو اور ظاہر ہے کہ بدن میں ادراک عقلی مفقود ہے اس سے یہی ثابت ہوا کہ بدن انسان کا مغائر ہے۔

جناب نیلوی صاحب! ذرا بتائے کہ یہ حق کی پوتھی آپ کے بدن کے ہاتھوں نے لکھی ہے تو بغیر ادراک عقل اور سمجھ کے لکھی ہے، واقعی حقیقت تو ایسی ہی معلوم ہوتی ہے، آپ کے بدن میں نہ ادراک ہے نہ عقل نہ فہم تو یہ کتاب لازماً کسی پاگل کی تحریر ہے، مبارک ہو۔

ہاں تو نیلوی صاحب! اپنے چیلے چانٹوں کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھئے اور بتایئے کہ جب نبوت، رسالت اور ایمان صفت روح کی ہوئی، بدن تو نبوت رسالت اور ایمان سے خالی ہوا تو نبی اور رسول کون تھے اور کس کو تبلیغ کرتے رہے کیا روزہ روح نے رکھا، جہاد روح نے کیا روح نے تلوار اٹھائی روح شہید ہوا پھر آپ کے نزدیک نبی اور رسول وہ چیز ہے جو کسی نے نہیں دیکھی۔ نہ نبی کی کلام کسی نے سنی تو یہ صحابہ کرامؓ کی جماعت کہاں سے آگئی، واقعی آپ نے جب یہ کہا کہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں تو اسی بنا پر کہا جس کسی نے رسول کو دیکھا ہی نہیں تو صحابی کیسے بن گیا، جب صحابی بننا ممکن نہ رہا تو صحابی کا قول و فعل حجت کیسے بن گیا۔ واقعی تم لوگ معذور ہو۔

مسلمان قوم جن کو صحابی کہتی ہے انہوں نے تو زبان رسول سے قرآن بھی سنا اور احکام بھی اور زبان کیا ہے بدن انسانی کا ایک حصہ ہے اور آپ کے نزدیک نبوت و رسالت بدن کی صفت ہی نہیں، اب ذرا اپنے قریبی ماحول پر نگاہ کیجئے قرآن آپ لوگوں نے کس سے پڑھا، حدیث کہاں سے لی، دین کس سے لیا، آپ کے مذہب میں تو نہ کسی نے رسول دیکھا نہ کیونکہ رسالت صفت روح کی ہے نہ کوئی صحابی ہوا نہ کسی نے رسول سے قرآن پڑھا نہ سنا، نہ حدیث پڑھی نہ سنی نہ رسول نے نماز پڑھائی نہ جہاد کیا پھر بدن میں جب ادراک نہیں عقل نہیں سمجھ نہیں تو آپ نے جو کچھ سیکھا

پڑھا کسی دیوانے اور پاگل سے پڑھا اور سب سرمایہ بھی کسی غیر رسول سے آیا اب بتائے تمہارا ایمان بالرسالت کیا ہوا، تم مسلمان کس قماش کے ،ہو تم نے حضرات انبیا کے بدنوں کو نبوت رسالت اور ایمان سے خالی تسلیم کیا اور ابدان انبیاء کو معذب ثابت کیا۔ کیا پھر مسلمان کہلانے میں تمہیں شرم محسوس نہیں ہوتی ،توحیدیو! تم تو رسالت ونبوت کے کھلم کھلا منکر ہو۔ مگر جب تم اپنے قول کے مطابق انسان ہی نہیں ہو تو تم سے کسی معقول بات کی توقع ہی کب ہو سکتی ہے۔

آپ سے پہلے کرامیہ کی جماعت گزر چکی ہے جس نے یہ عقیدہ ایجاد کیا کہ بعد موت حضرات انبیاء حکمی نبی ہوتے ہیں حقیقی نہیں لہذا کلمہ حکایت ہوگا حقیقت نہیں یعنی کلمہ ہوگا لا الہ اللہ کان محمد رسول اللہ یعنی محمد رسول دنیا میں حقیقی رسول تھے برزخ میں نہیں۔ آپ تو کرامیہ سے بھی دو قدم آگے نکل گئے حقیقی اور حکمی کی بحث ہی ختم کر دی اور کہا کہ جسد رسول تو نبوت ورسالت اور ایمان سے بھی خالی ہے۔ کرامیہ نے ستم بالائے ستم یہ کیا کہ اپنے ایجاد کردہ عقیدے کی نسبت امام ابوالحسن اشعری کی طرف کر دی۔ حالانکہ یہ سراسر افترا اور بہتان ہے چنانچہ ''تبیین کذب المفتری الی مانسب الی ابی الحسن الاشعری ''میں اس کی تفصیل دی گئی ہے اور فتاوی سبکی میں بھی اس پر بحث کی گئی ہے، یہ دونوں کتابیں ہمارے کتب خانے میں موجود ہیں ان کے علاوہ تمام فقہا بھی اس پر بحث کرتے ہیں مثلاً بحر الرئق ۸:۱۸۱ میں ہے ورسالۃ الرسل لاتبطل بموتھم علیم الصلوۃ والسلام یعنی رسولوں کی رسالت ان کی موت سے باطل نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ رسول وہ تھے جن پر موت آئی، اور جن پر موت آئی ان کی رسالت موت سے باطل نہیں ہوئی، جیسے وہ دنیا میں رسول تھے اسی طرح وہ برزخ میں بھی رسول ہیں، کیوں نیلوی صاحب! کہاں گیا آپ کا قانون؟ مگر آپ بڑی آسانی سے کہہ دیں گے کہ یہ ''تو لے جھلے'' اپنے پاس رکھو، چلئے قرآن پاک پر تو آپ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں خواہ وہ کڑی مچی کا ہی ہو۔ اس لئے قرآن کی ان آیات کا کیا جواب ہوگا۔

(۱) یاایھا الرسول بلغ ماانزل الیک من اللہ

اے رسول تبلیغ کر اس چیز کی جو تجھ پر خدا کی طرف سے نازل کی گئی۔

(۲) یاایھا النبی انارسلنک شاھد اومبشر اونذیرا وداعیا الی ربک اللہ

اے نبی ہم نے آپ کو رسول بنا کر جنت کی خوشخبری دینے والا دوزخ سے ڈرانے والا اور اللہ کی طرف بلانے والا بنا کر بھیجا۔

(۳) محمد رسول اللہ والذین معه اشدء علی الکفار رحماء بینھم

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور مومنوں کے لئے نرم دل ہیں

(۴) یاایھا النبی قل لازواجک وبنتک الخ

اے نبی اپنی بیویوں اور بیٹوں سے فرما دیجئے.........

(۵) یا ایھا النبی انا اھللنالک ازواجک التی اتیت اجورھن وما ملکت یمینک

اے نبی ہم نے آپ پر آپ کی بیویاں حلال کی ہیں جن کو آپ نے مہر ادا کیا ہے اور وہ عورتیں بھی حلال ہیں جن کے آپ ہاتھ کے مالک ہوئے۔

(۶) ماکان لکم ان توذوارسول اللہ ولاان تنکحو ازوجه من بعده ابدا

اور یہ تمہارے لائق نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو۔ نہ یہ کہ نکاح کرو رسول کریمؐ کی بیویوں سے ان کی موت کے بعد بھی۔

(۷) ینساء النبی لستن کاحد من النساء

اے نبیؐ کی بیویو! تم باقی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

نیلوی صاحب کو فرصت ملے تو ان آیات پر غور فرما کر جواب دیں کہ

(۱) ایھا النبی ایھا رسول کا خطاب روح سے ہے یا جسد مع الروح سے؟

اگر روح سے خطاب ہے جو بقول آپ کے نبوت اور رسالت کی صفت سے متصف ہے تو کیا روح کو تبلیغ احکام کا فریضہ سونپا جارہا ہے؟ جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا روح تھا یا بدن؟ اللہ کی طرف بلانے والا روح تھا یا بدن؟ زبان روح کی تھی یا بدن کی؟ ان احکام کی تعمیل اور تبلیغ روح رسول نے کی یا بدن بھی شامل تھا؟ اگر بدن کا کوئی حصہ نہیں تو بدن تو آپ کے اصول کے مطابق نافرمان ہی رہا (معاذ اللہ) والذین معہ جن کے متعلق کہا گیا ہے وہ روح ہے رسول کے ساتھ تھے یا بدن رسولؐ کے ساتھ؟

ازواج نبی، روح نبی کی بیویاں تھیں یا جسد الروح کی؟ اور بنات رسول بھی رسول کی بیٹیاں تھیں؟ کیا ارواح میں بھی شادی بیاہ تو الد و تناسل کا سلسلہ ہوتا ہے؟ روح نبی نے مہر ادا کیے یا جسد مع الروح نے۔

ازواج مطہرات کا جو خاوند تھا وہی نبی اور رسولؐ تھا۔ دنیا میں بالذات مکلّف ہی بدن ہے لہذا قرآن میں جس قدر خطاب ہے وہ بالذات بدن کو ہے روح کو بالتبع ہے۔ حضرات انبیاء کے روح اور بدن دونوں دنیا میں نبی تھے اگر دنیا میں مکلّف بالذات بدن تھا برزخ میں نبی رسول روح اور بدن دونوں ہیں مگر برزخ میں مکلّف بالذات روح ہے بدن بالتبع ہے، چونکہ برزخ میں روح بدن کی شکل اختیار کر لیتا ہے، دیکھو فیض الباری شرح۔

۲۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ رسول کریمؐ نے احکامات کی تبلیغ کیسے کی؟ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ بدن انسان نہیں ہے اور رسول کے سامنے تو ابدان مع الروح ہی تھے انہی کو تبلیغ کی وہ صحابی بنے۔ مگر آپؐ کے عقیدے کے مطابق نبی کریمؐ نے انسان کو تبلیغ ہی نہیں کی۔ ہاں اگر آپ کے پاس کوئی شواہد ہوں کہ نبی کریمؐ صرف ارواح کو تبلیغ کرتے رہے تو شاید بات بن جائے ورنہ ظاہر ہے کہ بقول آپ کے نبی کریمؐ کو تبلیغ کا حکم ملا اور آپؐ نے معاذ اللہ حکم کی تعمیل مطلق نہیں کی۔

پھر ازواجؓ نبیؐ اور بیٹیاں بدن تھے یا صرف روح تو کیا نبی کریمؐ ارواح سے ہی نکاح

کرتے رہے اور ارواح ہی سے بیٹیاں پیدا ہوتی رہیں۔

۳۔ یہ اشداء علی الکفار اور رحماء بینھم ارواح ہی تھے یا ابدان بھی تھے۔ اگر آپ کا عقیدہ صحیح ہے کہ نبوت صفت روح کی ہے اور یہ بدن کا ڈھانچہ انسان نہیں تو پوری اسلامی تاریخ الف لیلیٰ یا فسانہ آزادی بن کے رہ گئی۔ مگر یہ باتیں وہ سوچے جو انسان ہو اور وہ لکھے جو انسان ہو آپ چونکہ بقول اپنے انسان ہی نہیں ہیں تو بھلا آپ کیوں سوچتے اور کیوں لکھتے۔

امام ابوالحسن اشعری پر افتراء کے جواب میں

شامی ۳: ۲۵۹ : فقد افانی درد المنتقی انه خلاف الاجماع قلت واما مانسب الی امام الاشعری امام اهل السنته والجماعة من انکار نبوتها بعد الموت فهو افتراء وبهتان والمصرح به وفی کتبه وکتب اصحابه خلاف مانسب الیه بعض اعدائه لان الانبیاء علیهم السلام احیاء فی قبورهم.

ترجمہ: فتاویٰ درد منتقی میں صاف نص ہے کہ رسول کریمؐ کی موت کے بعد آپکو حقیقی رسولؐ نہ ماننا خلاف اجماع امت ہے میں کہتا ہوں کہ امام اہل السنت امام اشعری کی طرف جو یہ منسوب ہے کہ بعد موت نبوت کے وہ منکر ہیں تو یہ سراسر بہتان ہے افتراء ہے کیونکہ ان کی اور ان کے شاگردوں کی کتابوں میں صراحت موجود ہے کہ بعد موت نبی کی نبوت ورسالت اپنی حقیقت پر موجود ہوتی ہے کہ نہ مجازی۔

انبیاء کو مردہ کہنا دراصل عیسائیت کی تبلیغ ہے جو یہ ملحد ٹولہ جر رہا ہے۔ عیسایہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ زندہ ہے محمد رسول اللہؐ مر گئے ہیں (معاذ اللہ) زندہ نبی کو چھوڑ کر مردہ سے کیا طلب! یہی کام نیلوی پارٹی کے چلی جارہی ہے۔ توہین صحابہؓ کی بنیاد پر بڑے بڑے فرقے وجود میں آئے مگر اس عین غین پارٹی سے بدتر کوئی فرقہ پیدا نہیں ہوا۔ توہین انبیاء میں یہ یہودیوں سے بھی بازی لے گئے ہیں۔

سابقہ انبیاء کو اپنی حقیقی نبوت ورسالت پر ہونے کی شہادت خود قرآن دیتا ہے۔ تلک

الرسل فضلنا بعضھم علیٰ بعض اور لانفرق بین احد من رسلہ "یعنی ہم نے بعض رسولوں کو بعض پر فضیلت دی۔ اور ہم کسی ایک رسول کے درمیان تفریق نہیں کرتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں۔ گزشتہ رسولوں کو قرآن نے رسول فرمایا کہ وہ اپنی حقیقی رسالت پر قائم ہیں ہم کہتے ہیں قرآن کریم کی نصوص سے واضح اور ثابت ہے کہ روح اور جسم دونوں نبی اور رسول ہیں۔ دنیوی زندگی اور برزخ میں۔ کیونکہ انبیاء علیہم اسلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں چنانچہ امام سبکیؒ نے طبقات الشافیعۃ الکبریٰ میں فرمایا:

(۱) الانبیاء احیاء فی قبورھم فوصف النبوۃ والرسالۃ باق للروح والجسد معا.

ترجمہ: حضرات انبیاء قبروں میں زندہ ہیں بس وصف نبوت اور رسالت ان کے لئے باقی روح جسم دونوں کے لئے۔

(۲) امام حسن عبدالحسن جو ابن عذبہ سے مشہور ہیں اپنی کتاب الروضۃ البھیۃ ص ۱۳:۱۴ پر فرماتے ہیں:

ان رسالتہ نبیناء صلی اللہ علیہ وسلم وکل نبی ھل تبقی بعد موتھم؟ ویصح ان یقال کل منھم رسول الآن حقیقۃ ام لا؟

قال امام ابو حنیفۃؒ انہ رسول الآن حقیقۃ وقال الکریمۃ لاوقال الشیخ عبدالحق فی شرحہ علی الصیح وھو صلی اللہ علیہ وسلم بعد موتہ باق رسالتہ ونبوتہ حقیقتہ کما یبقی وصف الایمان للمومنین بعد موتہ وذلک الوصف باق للروح والجسد معالان الجسد لاتاکلہ الارض ونقل السبکی فی طبقاتہ (دیکھئے طبقات ۳: ۴۵)

ترجمہ: رسالت نبی کریمؐ کی روایت کی کہا ان کی موت کے بعد باقی رہتی ہے حقیقۃ روایت صحیح ہے ان کو ہر ایک کو نبی حقیقتاً کہا جائے یا نہ کہا جائے تو جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا

کہ رسالت رسول کی اب بھی باقی ہے اور فرقہ کرامیہ نے کہا باقی نہیں۔ حقیقتاً اور شیخ عبدالحق اسفرائنی نے بخاری کی شرح میں فرمایا کہ محمد رسول اللہ اپنی نبوت اور رسالت پر باقی ہیں حقیقتاً جس طرح وصف ایمان کی مومن کے لئے باقی رہتی ہے بعد موت کے اس طرح وصف نبوت رسالت باقی ہے روح اور جسد دونوں کیلئے کیونکہ جسد نبی کو زمین نہیں کھاتی اور امام سبکی طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں لکھا اور نقل کیا ہے۔ عن ابن فورک انه صلی الله علیه وسلم حتی فی قبره رسولا الی الابد حقیقته لا مجاز ناقال ابن عقیل من الحنا بلته موصلی الله علیه وسلم حی فی قبره یصلی باذان واقامة فی اوقات الصلوٰة. (الروضة البحیته بین الاشاعرة والماتریدیه ص ۱۳، ۱۴)

ترجمہ: ابن فورک سے کہ رسول خداؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور رسول ہیں حقیقتہ ہمیشہ کے لئے نہ مجازاً اور ابن عقیل حنبلی نے کہا رسول خدا قبر میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں اذان اقامت کے ساتھ نماز وقتوں میں۔

۳۔ کتاب التبصیر امام ابوالمظفر الاسفرائنی جو پانچویں صدی کے بڑے فاضل تھے انہوں نے اس کتاب میں تمام عقائد اہل السنت والجماعت بیان فرمائے ہیں اس کے ص ۳۹ پر یہ عقائد لکھتے ہیں۔

واخبر انهم یحیون فی قبرهم فقد وردنی معنی الاحیاء فی القبور مالا یحصی من الآیات والاخبار والاثار.

اور پھر صفحہ ۱۵۵ پر ولا ینکر ما استفاض فیه الاخبار فاطفقت به الآیات من الاهیاء فی لقبر الامن ینکر عموم قدرة الله تعالیٰ ومن انکر عموم قدرة الله تعالیٰ کان خارجا من زمرته اهل السلام

ترجمہ: رسول خداؐ نے فرمایا کہ وہ مردے قبروں میں زندہ کئے جائیں گے اور وارد ہونا معنی حیات ہیں، یعنی مردوں کو قبروں میں زندہ کرنے میں اتنی حدیثیں اور آثار صحابہؓ کے جن کا اندازہ

کرنا مشکل ہے اور قبور میں زندہ ہونے کے متعلق مستفیض احادیث اور آیات قرآن وارد ہوئیں جن کا انکار وہ شخص کرے گا جو باری تعالیٰ کی عام قدرت کا منکر ہوگا اور جس نے عموم قدرت باریٰ تعالیٰ کا انکار کیا وہ اسلام کی جماعت سے خارج ہے۔

امام ابوالمظفر الاسفرائنی نے وضاحت فرمادی کہ:

ا۔ قبور میں زندہ ہونے کے ثبوت میں لاتعداد قرآنی، احادیث نبوی اور آثار صحابہؓ وارد ہوئے ہیں۔

۲۔ قبروں میں مردوں کا زندہ ہونا، سوال و جواب دینا، کثیر تعداد میں آیات واحادیث وارد ہیں۔

۳۔ ان کا انکار وہی کرسکتا ہے جو عموم باری کا منکر ہو۔

۴۔ قدرت باری کا منکر اسلام سے خارج ہے۔ کافر ہے،

منکرین حیات انبیاء تو سخت خطرے میں ہے۔ یہ عقیدہ کا مسئلہ ہے جو پورے اہل اسلام کا عقیدہ ہے جب عام آدمی کی زندگی قبر کا انکار زمرہ اہل اسلام سے خارج کردیتا ہے تو حیات انبیاء کا انکار تو درجہ اولیٰ اسلام سے خارج کردیتا ہے۔

مولانا ادریس کاندھلویؒ نے املائی تقریر بخاری کے درس اور ترمذی کے درس کے دوران فرمایا:

منکر حیات الانبیاء کافر لان حیا تهم ثبتت بالاجماع والتوتر وكل شئی یثبت بالاجماع والتواتر فمنكره كافر لہٰذا منکر حیات انبیاء کافر ہے

اور پھر فرمایا:

الایمان بحیاۃ الانبیاء واجب لان حیاتهم ثبتت بالاجماع والتواتر وكل حكم يثبت بالاجماع والتواتر فاالایمان به واجب لهذا الايمان بحيات الانبياء واجب

ترجمہ: حیات انبیاء کو منکر کافر ہے کیونکہ ان کی حیات اجماع امت اور تواتر سے ثابت ہے اور جو شے اجماع امت اور تواتر سے ثابت ہو اور اس کا منکر کافر ہے لہٰذا منکر حیات انبیاء کافر ہیں۔ حیات انبیاء پر ایمان رکھنا واجب ہے کیونکہ ان کی حیات اجماع اور تواتر سے ثابت ہے اور جو حکم اجماع اور تواتر سے ثابت ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے لہٰذا حیات انبیاء پر ایمان لانا واجب ہے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ائمہ اربعہ یعنی شافعی، مالکی حنبلی اور حنفی کا اتفاقی اور اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز باجماعت اذان واقامت کے ساتھ نماز اوقات میں پڑھتے ہیں، لہٰذا حیات النبیؐ کا منکر نہ شافعی ہے نہ مالکی نہ حنبلی اور نہ ہی حنفی ہے نہ دیوبندی ہے لہٰذا وہ اہل السنت والجماعت سے خارج ہے۔

دیوبند کے استاد کل حضرت مولانا حسین احمدؒ نے اپنی کتاب نقش حیات ص ۱۲۲ پر مولوی احمد رضا خان کے رسالہ حسام الحرمین کے رد میں یوں بیان کیا ہے کہ اس نے علماء دیوبند کو وہابی، نجدی عبدالوہاب کے عقیدہ رکھنے والا کو ظاہر کیا ہے اور فتوی علماء حرمین سے لیا تھا۔

فرماتے ہیں:

بہر حال اکابر علماء دیوبند کو بھی اس وراثت نبویؑ سے حصہ ملنا ضروری تھا چنانچہ مل کے رہا۔ اور ایسا کھلا ہوا جھوٹ ان کے خلاف استعمال کیا گیا کی نظیر نہیں ملتی اولا اس رسالہ میں ان کو وہابی ظاہر کیا گیا حالانکہ محمد بن عبدالوہاب اور اس کے فرقہ سے ان حضرات کا دور کا بھی تعلق نہ تھا۔ وہ عقائد اقوال جو اس طائفہ وہابیہ کے مشہور اور مابہ الامتیاز بین اہل السنت وبینھم ان کے خلاف ان حضرات کی تصانیف بھری ہوئی ہیں۔ وہ (وہابی) وفات ظاہری کے بعد حیات انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی اور روبقائے علاقہ بین الجسم والروح کے منکر ہیں اور یہ (دیوبندی) حضرات صرف قائل نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہوئے متعدد رسائل اس بارہ میں تصنیف فرما چکے ہیں۔ (مثلاً رسالہ آب حیات، ہدایۃ الشیعۃ اور اجوابہ

اربعین وغیرہ)

یہ ہے عقیدہ علمائے دیوبند کا۔ اور یہ بہروپئے جو اپنے آپ کو دیوبندی کہتے ہیں وہ اس عقیدہ کو شرک اور کفر قرار دیتے ہیں۔

جسم مثالی

عین غین طاہر، نیلوی وغیرہ کا ایک عقیدہ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ ایمان نبوت، رسالت روح کی صفات ہیں جسم عنصری کی نہیں۔

دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ بعد موت برزخ میں جسم عنصری سے روح کا کسی قسم کا تعلق نہیں رہتا بلکہ جسم عنصری کی بجائے روح کو جسم مثالی کو دیا جاتا ہے قبر میں سوال و جواب اور عذاب و ثواب جسم مثالی کو ہوتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ جسم مثالی اور صور مثالیہ میں تمیز کرنے اور ان لوگوں کو توفیق ہی نہیں ملی۔ اہل السنت صور مثالیہ اور جسم تقدیری یعنی جو جسم عند اللہ تقدیر الٰہی میں موجود ہوتا ہے اس کے قائل ہیں۔ اور صورت مثالی شے دیدنی ہوتی ہے بودنی نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ برزخ میں بدن مثالی کا عقیدہ دراصل تناسخ کا عقیدہ ہے جو ہندوؤں کا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا میں روح جو اوصاف، اخلاق اعمال کسب کرتا ہے اس کے مطابق اسی روح کو بعد موت اسی قسم کا جسم مل جاتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی کے اخلاق کتوں جیسے ہوئے تو جب وہ مرے گا اس کی روح کتے کے جسم میں جائے گی۔ اس کو تناسخ کا عقیدہ کہتے ہیں عین غین پارٹی کے عقیدہ اور ہندوؤں کے عقیدہ میں فرق صرف اتنا ہے کہ ہندو روح کو ایک اور جسم دے کر دنیا میں لاتے ہیں اور یہ پارٹی روح کو جسم مثالی دے کر برزخ میں رکھتی ہے، گویا تناسخ دنیوی ایک تناسخ برزخی، قدر مشترک یہ ہے کہ ہندو بھی روح کو دوسرا جسم دیتے ہیں اور یہ بھی دوسرے جسم کے قائل ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ عذاب وثواب روح کو ہوتا ہے۔ جیسے کسی کی روح بعد موت گدھے یا کتے کے جسم میں داخل ہوئی تو اسے عذاب ہو گیا اور کسی راجہ مہاراجہ کے جسم میں داخل ہوئی تو اسے ثواب مل گیا۔

یہ پارٹی بھی صرف روح کو عذاب وثواب کے قائل ہیں کیونکہ روح کا تعلق جسم عنصری سے بالکل منقطع ہو جانے کے قائل ہیں۔

چہارم سوال یہ ہے کہ جسم مثالی، عنصری کا مثیل ومثل کس طرح ہے تناسخ کی تفصیل میں بیان ہو چکا ہے کہ دنیا میں روح نے کسی انسان کے بدن میں رہ کر کسی جانور کے عادات اخلاق افعال اعمال کسب کیے تو اسی جانور میں بعد موت روح کو داخل کیا جاتا ہے۔ مگر جسم مثالی نے جسم عنصری کے اخلاق وعادات کسب ہی نہیں کیے تو جسم مثالی، مثل جسم عنصری کے کس طرح ہوا۔ ان دونوں میں تماثیل کی صورت پیش کریں، تماثیل عام جسم پر علم معانی یا ہیئت میں بحث ہوتی ہے وہ تماثیل نوعی ہوتا ہے جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قل انما انابشر مثلکم اس میں تماثیل نوعی مراد ہے کہ میں بھی نوع انسانی سے ہوں جیسے تم نوع انسانی سے ہو۔ اب آپ فرمائیں کہ جسم مثالی اور جسم عنصری میں اشتراک کس طرح ہوا جسم عنصری تو آدم کی اولاد اور جسم مثالی ایک فرضی چیز جو تم نے گھڑ لی۔ اگر اہل ہند کفار کا قول مان لیں کہ جسم مثالی نے جسم عنصری جیسے عبادات معاملات حرکات وسکنات، اخلاق اعمال کسب کیے ہیں ان میں جسم عنصری کا مثل ہے تو بات غلط ہے جب جسم مثالی دنیا میں آیا ہی نہیں تو عبادات عادات کہاں سے کسب کیے۔ اس طرح جسم مثال کو ثواب وعذاب قبر دینا، اس سے سوال کا قبر میں قائل ہونا شریعت محمدی پر بہتان ہے جو آپ لوگوں کا ہی حصہ ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے مطابق کسی کو عذاب نہیں دیتا بلکہ انسان کے عقیدہ اور عمل کے مطابق دیتا ہے جب جسم مثالی دنیا میں دار التکلیف میں آیا ہی نہیں نہ ہی کوئی اس جسم مثالی کی طرف مبعوث ہوا نہ یہ شرعی احکام کا مکلف ہوا نہ عمل کیا پھر اس کا عذاب دینا صریح ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔ قبر میں

سوال ہوتا ہے نبی کے متعلق بھی جیسامن ربک من نبیک ماالذی بعث فیکم ۔تمہارا رب کون ہے؟ نبی کون ہیں وہ نبی جو تمہاری طرف مبعوث ہوا مشکٰوۃ میں وہ حدیثیں موجود ہیں۔اب آپ فرمائیں جسم مثالی کی طرف کونسا نبی مبعوث ہوا۔تو قبل بعثت نبی کے مکلّف ہی نہ ہوا تو سوال کیسا اور عذاب کیسا جب کہ اصول یہ ہے کہ:

وما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولا اور فیقولو ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فتبع ایاتک ونکون من المومنین.

ترجمہ: ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک رسول نہ بھیجیں اگر عذاب دیں تو قیامت کو یوں کہیں اے اللہ ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا یہ ہم آپ کی آیات کا اتباع کرنے اور مومن ہوجائے اور...... ولوانا اھلکنا ھم بعذاب من قبلہ لقالو ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتک من قبل ان نذل ونخزیٰ

ترجمہ: اگر آپ کو بھیجنے سے پہلے ہم ان کو عذاب سے ہلاک کردیتے تو یہ کہتے کہ باری تعالیٰ آپ نے ہماری طرف رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم آپ کی آیات کا اتباع کرتے قبل اس کے کہ ہم ذلیل وخوار ہوتے۔

اب بتایئے جسم مثالی کس مادہ سے پیدا ہوا، ملائکہ نور سے جن شیطان آگ سے بقایا مخلوق پانی مٹی سے اور روح تو نور سے بھی الطف ہے جو نفخ سے پیدا ہوتا ہے آپ جسم مثالی کا مادہ پیدائش پیش کریں۔

ششم: جب قبر میں روح کو جسم مثالی ملتا ہے اس سے پہلے وہ زندہ ہوتا یا مردہ اگر مردہ ہوتا تو مدفون ہوتا یا ویسے پڑا رہتا۔تفصیل سے جواب دیں دلیل سمعی سے اگر جسم مثالی پہلے مردہ ہوتا ہے اور اس روح سے زندہ ہوتا ہت، تو اس روح سے جسم مثالی کو زندہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، اگر جسم عنصری کو جسم نے روح کے ساتھ دنیا میں گزارہ کیا اس کو قبر میں نوع حیات بخشدی جائے تو اس میں کیا حرج ہے، جب وہ زندہ ہی کرتا ہے، تو مثالی کی جگہ عنصری کو کیوں نہ زندہ کیا گیا۔نیز

دوسرے جسم میں روح کو داخل کر کے زندہ کرنا یہی تو کفار ہند کا عقیدہ تناسخ ہے پھر یہ بتائیں کہ مردہ جسم مثالی کا وجود قبل از دخول کہاں تھا کس عالم میں؟ دلیل سمعی سے ثابت کریں۔

اگر جسم مثالی پہلے ہی زندہ تھا تو اس میں کونسی روح تھی کیا وہی تھی جسے جسم سے نکال کر جسم عنصری میں داخل کیا گیا، یا دو روح تھے جو جسم مثالی میں داخل ہوئے دونوں کو ایک ہی جسم مثالی ملا۔ جواب دلیل شرعی سے دیں۔ یہ بہانہ پیش نہ کرنا کہ داؤدؑ کی قوم سور اور بندر بن گئے تھے، کیونکہ ان کی شکلیں بگڑ گئیں تھیں دنیا میں عبرت کے لیے نہ کہ ان کی روحوں کو کسی غیر جسم میں داخل کیا گیا۔ نیز یہ واقع حال کالاتعم یہ قانون نہیں سزاء وقتی دنیوی ہے۔ نہ کہ برزخی۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ دو روح ایک بدن میں عام ہوتے ہیں جیسے بچہ ماں کے پیٹ میں کیونکہ بچہ کا روح بچے کو زندہ رکھتا ہے نہ کہ ماں کو، ماں کو اس کا اپنا روح زندہ رکھتا ہے۔ مگر جسم مثالی میں ایک جسم دو روح آپ نے مان لئے۔

ہفتم: یہ فرمائیں کہ جسم مثالی میں جب نبی کا روح داخل ہوا تو جسم مثالی نبی ہوا یا نہ ہوا۔ اگر کہو گے کہ نبی نہیں ہو جاتا جیسے کہ آپ کا عقیدہ ہے کہ نبوت و رسالت صفت صرف روح کی ہے تو دونوں صورتوں میں اعتراض وارد ہوا کہ جسم غیر نبی اور روح نبی تو نبی و رسول مرکب ہوا۔ نبوت اور غیر نبوت سے۔ تو منطقی نتیجہ ہمیشہ احسن ارذل کے تابع ہوتا ہے لہذا دونوں مل کر غیر نبی ہوئے، نبوب و رسالت تابع ہو گی غیر نبی کے، مبارک باد۔

اگر جسم مثالی نبی و رسول ہے تو پہلا سوال یہ ہے کہ برزخ میں از سرنو نبی مبعوث کرنے کا کیا فائدہ نبی تو مبعوث ہوتے ہیں دار التکلیف میں اور برزخ دار التکلیف نہیں بلکہ دار الجزاء ہے۔

اور اگر جسم مثالی بھی نبیؐ ہے تو اس پر ایمان لانا قطعی فرض ہو گا، یہ اصولی حکم ہے کہ بعد توحید مسئلہ نبوت کا ہی ہے۔ اس لئے جسم مثالی کی نبوت و رسالت کا انکار کفر ہو گا، لہذا جسم مثالی کے نبی و رسول ہونے کی دلیل ہے قطعی آیات بینات غیر مئولات سے پیش کریں، مگر وہ دلیل آپ کہاں سے لائیں گے۔ کیونکہ سب سے پہلے جس نے جسم مثالی کی بات کی اس نے اس کی بنیاد کشف پر

رکھی وہ بھی کشف ولی پر نہ کہ کشف نبی پر، ان حضرات نے جو جسم مثالی کی باتیں کرتے رہے تمام نے اس کی بنیاد کشف پر رکھی، مگر کشف ولی دلیل شرعی نہیں۔

ہشتم: اہل السنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جس طرح روح نبی اور رسول ہے اسی طرح بدن بھی نبی اور رسول ہے، جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ اہل السنت کے نزدیک یہ عقیدہ رکھنے والا کہ صرف روح رسول ہے، وہ منکر رسالت نبوت ہے اسے منکرین رسالت کے زمرہ میں داخل سمجھتے ہیں، گزشتہ صفحات میں آیات قرآنی کے حوالہ سے واضح کیا ہے۔ رسول جسم مع الروح ہوتا ہے۔ بیویاں بدن کی ہوتیں ہیں طعام بدن کھاتا ہے عمل بدن کرتا ہے۔ کما قال تعالیٰ یا ایھا الرسل کلو من الطیبات واعملو صالحاً. اور. وقالو مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق

کیا روح بازار میں پھرتا تھا، کیا روح طعام کھاتا تھا، بدن کو آپ رسول نہیں سمجھتے ایک اور بات جو سب سے زیادہ عجیب تر اگر جسم مثالی کو رسول اور نبی مان کر روح اقدس کو اس میں داخل کیا گیا تو ماننا پڑے گا کہ خاتم النبین تو وہ جسم مثالی ہوا یہ عقیدہ ختم نبوت کے خلاف ہے۔

اس میں ایک اور خرابی یہ ہے کہ جسم مثالی کی شان عزت وعظمت وجلال نبی کریمؐ کے جسم عنصری سے اعلیٰ وافضل ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو جسم عنصری سے بدل کر اسے کیوں دی گئی۔ اور یہ بات ہذیان محض اور قبیح من الکفر ہے۔ کوئی مسلمان یہ ماننے کے لئے تیار نہیں۔

ایک اور خرابی یہ ہے کہ رسول کریمؐ اور انبیاء کو برزخ میں کیا یہ انعام دیا گیا کہ افضل جسم کی جگہ انہیں مفضول جسم دیا گیا۔ عجیب تقسیم ہے، دانت ٹوٹے جسم عنصری کے، سر پھٹا جسم عنصری کا زخم کھائے جسم عنصری نے عبادات میں جہاد میں تبلیغ میں تکلیف اٹھائی جسم عنصری نے انعام کا وقت آیا تو جسم مثالی نے جھولی دھرلی، احمد کی ٹوپی محمود کا سر کا اصول تو اس دنیا میں چلتا ہے جہاں نیلوی جیسی مخلوق کے وارے نیارے ہیں، برزخ میں تو یہ ہیرا پھیری نہیں چلتی۔

کشف اور جسم مثالی

یہ بیان ہو چکا ہے کہ جو لوگ جسم مثالی کے قائل ہوئے اس کی بنیاد صرف کشف پر رکھی ہے اور کشف دلیل شرعی نہیں۔ چونکہ اس کی بنیاد کشف پر ہے اس لئے اس میں گفتگو کرنا بھی صرف اہل کشف کا نام ہے، جنکو نور نبوت سے حصہ ملا، برزخ اور قبر کے حالات یقینی چیز ہے یہ کشف سے معلوم ہوتے ہیں اور کشف کے حصول کی بنا حصول نور نبوت ہے نہ علوم نبوت، علوم نبوت ہر آدمی حاصل کر سکتا ہے، مگر نور نبوت صرف اولیاء کاملین کا حاصل ہوتا ہے اس لئے جسم مثالی میں بحث کرنا صرف اولیاء کاملین مکاشفین کا کام ہے جن کے قلوب نور نبوت سے منور ہوں جس کا دل اندھا اور ظلمت سے سیاہ ہے اس کو شرم نہیں آتی کہ اس ملک اور مقام کا نقشہ بیان کرتا ہے جو اس نے دیکھا نہیں عالم شہادت ہر قیاس کر کے اس انداز سے عالم غیب کے متعلق دلائل پیش کرتا ہے۔

جسم مثالی کی حقیقت سنئے جن صوفیوں کو دھوکہ ہوا بس نارسائی کی وجہ سے اور جسم مثالی کے قائل ہو گئے۔ اور اقل قلیل میں وھم فی ندرۃ المخالف کے درجہ میں ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں بدن مکلف بالذات ہوتا ہے اور روح بالتبع اور پوشیدہ عالم برزخ میں روح بالذات مکلف ہوتا ہے اور بدن بالتبع اور پوشیدہ ہوتا ہے نیز برزخ میں روح تو بدن کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور بدن روح کی شکل مولانا روم نے مثنوی میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور حضرت انور شاہ کاشمیری نے فیض الباری ۴:۶ پر فرمایا الروح فی البرزخ تجسد والبدن تتروح

''اور روح برزخ میں اپنے جسم کی شکل میں مجسم ہو جاتا ہے اور بدن اپنے روح کی شکل اختیار کر لیتا ہے''

صوفیہ کرام نے روح کو اپنے بدن کی شکل پر دیکھا اور یہ سمجھا کہ یہ کوئی دوسرا جسم مثالی ہے اور جس کو عالم مثال کہہ دیتے ہیں۔

علماء متکلمین، شارحین حدیث اور مفسرین نے عالم مثال کی تصریح فرمائی ہے۔

ثم عالم المثال لیس اسما للحیزبل ھو اسم لنوع من الموجودات ثم اعلم ان مایرونہ الاولیاء من الاشیاء قبل وجودھا فی عالم المثال لھا ایضا نوع

من الوجود وھوفی الاذل وجود علمی اعیانی.

ترجمہ: پھر عالم مثال کسی چیز یا کسی مکان کا نام نہیں ہے بلکہ وہ نام ہے ایک نوع وجودی علمی کا پھر یہ بھی خوب جان لو کہ اولیاء اللہ کشف سے جن چیزوں کے وجود میں آنے سے پہلے عالم مثال میں وجود پاتے ہیں ان کے لئے بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے۔ اور وہ وجود ازل میں وجود شیونی علمی ہوتا ہے نہ کہ وجود حقیقی جو مکان چیز کو چاہتا ہے۔ معلوم ہوا کہ عالم مثال میں جو وجود اہل کشف کو دکھائی دیتا ہے وہ علمی اور اعیانی ہوتا ہے، وجود حقیقی کے لئے حیز اور مکان لازمی ولابدی ہے کیونکہ مادہ کے لئے حیز اور مکان ضروری ہے مگر وجود شیونی علمی اعیانی کے لئے مکان اور حیز نہیں۔

قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

واذ خرج ربک من نبی ادم من ظھورھم ذریتھم

جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی ذریت کو نکالا۔

ظاہر ہے کہ پشت آدم میں تمام اولاد کی شکلیں اور صورتیں تھیں نہ کہ مادہ اولاد یہ عقیدہ فلسفیوں کا ہے کہ پشت آدم میں مادہ اولاد موجود تھا اسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ پشت آدم میں صورتیں تھیں ان صورتوں کو نکال کر ان میں روح کو داخل کیا اس کے بعد ان صورتوں کو اولاد آدم کی پشت میں منی بنا کر اس سے انسان کو پیدا کیا روح پہلے پیدا تھے اس بدن اور روح کے مابین ایک قسم کا علاقہ پیدا کیا اور بعد پیدائش بدن کے روح اور بدن میں اس علاقہ کو جوڑ دیا بہر حال اس قسم کے واقعات جس قدر ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کو ہاتھ کی ہتھیلی میں ظاہر کیا یہ تمام صورتیں اور شکلیں ہوتیں ہیں شے دیدنی ہوتی ہے نہ بودنی ان کا وجود شیونی علمی اعیانی ہوتا ہے نہ حقیقی مگر جس قدر یہ چیزیں صورتوں میں ظاہر ہوتی ہیں ان کے لئے نہ ثواب نہ عذاب نہ دکھ نہ راحت۔

سزاء برائے منکر حیات الانبیاء

عقائد کے باب میں ہم امام وشیخ اہل السنت والجماعت ابوالحسن علی بن اسمٰعیل الاشعری کے متبع ہیں۔ بالخصوص حنفی امام ابوالحسن اشعری کے کمالات میں سے ان کا علم، زہد، تقویٰ، توکل ممتاز صفات ہیں۔ چنانچہ تبیین کذب المفتری ص ۱۴۱ پر ان کا معمول درج ہے۔

کان الشیخ ابو الحسن یعنی اشعری قریبا من عشرین سنته یصلی صلوٰۃ الصبح بوضوء العتمة

ترجمہ: شیخ ابوحسن اشعری نے تقریباً بیس سال شام کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی۔

اورامام سبکی کی طبقات الشافعیۃ الکبری ۳: ۲۴۸ پر ہے

مکث عشرین سنته یصلی علی الصبح بوضوء العتمة

بیس سال شام کے وضوسے صبح کی نماز پڑھی۔

اس سے ان کا زہد، ورع تقویٰ کا حال ظاہر ہے آپ کے توکل علی اللہ کے متعلق امام سبکی نے اس کتاب کے ۲: ۲۴۸ پر لکھا ہے۔

و کان یا کل من غلته قریته وقفها جده بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری علیٰ نسله وقال کانت نفقته فی کل سنته سبعته عشر درهما کل شهر درهم وشئی یسیر

اورامام ابوالحسن شعری کا خرچ غذا ایک بستی کے غلہ سے تھا جس کو ان کے جدامجد نے اپنی اولاد پر وقف کیا تھا نام جو بلال بن ابی بردہ بن ابی موسیٰ اشعری تھا اور ان کا سال بھر کا خرچ صرف سترہ درہم تھا اور ہر ماہ ایک درہم سالم اور دوم درہم شئی قلیل لیا کرتے۔

اور تبیین کذب المفتری ص ۱۴۲ پر لکھا ہے۔

کان ابو الحسن یاکل من غلته ضیعته وقفها جده بلال بن ابی بردہ بن ابی موسی الاشعری علی عقبه و کانت نفقته فی سنته سبعته عشر درهما

ترجمہ: اور تبیین کذب المفتری میں بھی ہے کہ امام ابوالحسن اس شہر کے غلہ میں سے کھاتا تھا جس کو ان کے جد امجد نے اپنی اولاد پر وقف کیا تھا اور ان کا سال کا خرچ صرف سترہ درہم تھا۔

یہ تھا ان کا استغنا عن الخلق یہ شیخ اہل السنت باطل فرقوں کے لئے قہر خدا اور ننگی تلوار تھے بلکہ سیف من سیوف اللہ تھے۔ باطل فرقوں کا انہوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا اور ناطقہ بند کر دیا تھا اس اللہ کے بندے سے جب فرقہ باطلہ کرامیہ کو مقابلہ کی تاب نہ رہی تو بادشاہ وقت غازی سلطان محمود سبکتگین کے پاس پناہ لی اور ایک باطل اور کفری عقیدہ کی نسبت امام الحسن اشعری سے کر دی اور بادشاہ کو کہا کہ یہ ہم کو بے ایمان اور مردود کہتا ہے، چنانچہ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۳:۵۴ پر امام سبکی نے اس کی روائید نقل کی ہے وھو ھذا۔

والاخرا الامر انھم انھو الی سلطان محمود بن سبکتین ان ھذا الذی یولب علینا عندک اعظم منابدعۃ وکفرا وذلک انہ یعتقدان نبیا محمد المصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیس نبیاء الیوم وان رسالتہ انقطعت بموتہ صلی اللہ علیہوسلم فسلہ عن ذلک فعظم علیٰ السلطان ھذاالامرقال ان صح ھذا امنہ لاقتلہ وامر بطلبہ انہ لما حضربین یدیہ وسائلہ عن ذلک قال کذب الناقل وقال ماھو معتقد الاشاعر علیٰ الاطلاق ان نبیا صلی اللی علیہ وآلہ وسلم حی فی قبرہ رسول اللہ ابد الآباد علی الحقیقتہ لاالمجازوانہ کان نبیا وادم بین الماء والطین ولم تبرح بنوتہ باقیتہ ولا تنزل. وعند ذلک وضح للسطان الامرو امر باعزازہ واکرامہ ورجوعہ الی وطنہ الی ان قال والمسئلتہ المتشار الیھا وھی انقطاع الرسالتہ بعد الموت مکزوبتہ قدیما علیٰ لامام ابی الحسن الاشعریتہ ھذہ المسئلۃ فقد افتری علیھم لایقول بھا احد منھم

آخر کار کرامیہ نے سلطان محمود غزنوی کے پاس جا کر امام اشعری کی شکایت کی کہ امام اشعری جو آپ کے سامنے ہم پر اعتراض کرتا ہے یہ تو ہم سے بڑا بدعتی اور کافر ہے اس کا عقیدہ ہے

کہ محمد رسول اللہ اب نبی نہیں ہیں آپ کی رسالت موت سے منقطع ہو گئی ہے آپ ذرا اس سے پوچھیں تو سہی۔ بادشاہ پر یہ بات بڑی سخت شاق گزری فرمایا اگر یہ بات صحیح ہے تو میں اسے ضرور قتل کر دوں گا۔ وہ واجب القتل ہے بادشاہ نے امام اشعری کو طلب کیا۔ وہ حاضر ہوئے بادشاہ نے پوچھا تو امام نے جواب دیا، آپ کو کہنے والے نے جھوٹ کہا ہے، ہمارا یہ عقیدہ مطلق نہیں بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور رسول بھی حقیقتاً ہیں مجازاً کے طور پر نہیں اور آپؐ اس وقت بھی نبیؐ تھے جب آدمؑ پانی اور مٹی میں تھے۔ اور آپ کی نبوت ہمیشہ رہے گی اس کو کوئی زوال نہیں یہ سن کر بادشاہ پر حق واضح ہو گیا اور حکم دیا کہ نہایت عزت و احترام سے انہیں واپس وطن پہنچایا جائے امام سبکی فرماتے ہیں کہ حضور کی موت کے بعد انقطاع رسالت کا مسئلہ یہ قدیم سے امام اشعری اور اشاعرہ پر بہتان باندھا گیا ہے۔ جس شخص نے بعد موت انقطاع کی نسبت امام اشعری سے کیا اس نے افتراء کیا اشاعرہ کا ایک فرد بھی اس کے قائل نہیں۔

اس بہتان طرازی اور مقدمہ بازی کے فیصلہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ:۔

۱۔ امام ابوالحسن اشعری اور اشاعرہ کا مطلق یہ عقیدہ نہیں کہ بعد موت حضور کی رسالت منقطع ہو گئی۔

۲۔ اشاعرہ کا بالاتفاق عقیدہ یہ کہ حضور اکرمؐ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ کی رسالت ہمیشہ کے لئے ابدالآباد تک رہے گی۔

۳۔ یہ عقیدہ رکھنے والا کہ حضورؐ اپنی قبر میں زندہ نہیں ہیں اور آپ کی رسالت بعد موت منقطع ہو گئی ہے واجب القتل ہے، مرتد ہے یعنی اس وقت منکر حیات کی سزا قتل کرنا ہی مقرر تھا۔

۴۔ معلوم ہوا کہ کرامیہ کا عقیدہ یہ تھا کہ حضور قبر میں زندہ نہیں ہیں اور یہ بھی جانتے تھے کہ عقیدہ رکھنا بہت بڑی بدعت بلکہ کفر ہے اس لئے انہوں نے امام اشعری کے متعلق کہا کہ وہ بڑا بدعتی اور کافر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آج کی یہ عین غین پارٹی بھی یہ جانتی ہو گی کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں

کفر کے بیج بو رہے ہیں مگر اس حرکت سے باز نہیں آتی اور برابر کہے چلی جارہی ہے کہ نبی کریمؐ مر کے مٹی ہو گئے (معاذ اللہ) اور نبوت رسالت وایمان صرف روح کی صفت ہے جسم عنصری کی نہیں اور کرامیوں کی طرح انقطاع رسالت کے قائل ہیں۔

اور مقالات اسلامیین ص ۲۶ پر ہے:

وكان الكرامية قد تحز بوا على الاشاعرة وهاجبوهم مهاجمعة عنيفته وانهوا امر هم: لى سلطان محمود بن سبكتگين مد عيين ان الاشاعرته يعتقدون ان النبى صلى الله عليه وسلم ليس نبياء اليوم وان رسالته انقطعت بموته ولم يكن هذا معتدالاشاعرته

ترجمہ:۔ اس طرح جیسا مذکور ہوا کہ فرقہ ملعونہ کرامیہ نے اشاعرہ پر پورا، ہجوم انبوہ کر کے بادشاہ سلطان محمود پر شکوہ کیا کہ اشاعرہ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ اب نبی نہیں ہیں۔ آپ کی رسالت بعد موت منقطع ہو گئی اور حالانکہ اشاعرہ کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔

ثابت ہوا کہ سلطان محمود غزنوی تک حیات النبیؐ کے عقیدے کا منکر کوئی نہ تھا۔ انکار کا فتنہ ۴۴۵ھ کی ابتداء میں اٹھا، شاہ طغرل بیگ سلجوقی کے عہد میں ابی طالب محمد بن میکائیل نے تلوار اٹھائی اور علماء اور صوفیہ میں سے علامہ قیشری اور امام بیہقی نے اس فتنہ کے خلاف آواز اٹھائی۔ اس کی کچھ تفصیل تبیین کذب المفتری کے ص ۱۱۰۔۱۱۱ پر ملتی ہے۔

ومما ظهر ببلد نيشا بور من قضا يا التقدير فى مفتتح سنسته خمس واربعين وار بعما ته من الفجر الى ان قال . ولما من الله الكريم على الاسلام بزمان السنطان المعظم المحكم بالقوة السماويته فى رقاب الامم الملك الاضل شا ها نشلدة يمين خيلفته الله غياث عباد الله طغرل بيگ ابى طالب محمد بن ميكائيل وقام باحياء السنته والماخلته عن الملة حتىٰ لم ببقى من اصناف المبتد عته ضربا للاسل لا ستصالهم لهم سيفا غضبنا واذاقهم ذلا .

نیشاپور شہر میں ۴۴۵ھ کے ابتداء میں اتفاق سے فتنے کھڑے ہوئے ان افتنوں کو مٹانے کے لئے جب خدا تعالیٰ نے اسلام پر احسان فرمایا تو زمانہ ملک معظم کے ذریعہ جو قوت سماوی سے موئید و مضبوط تھا شہنشاہ خدا کا خلیفہ اور خدا کے بندوں کا فریاد رس تھا سلطان طغرل بیگ ابی طالب محمد بن میکائیل اٹھا سنت نبوی کو زندہ کرنے والا دین سے تکلیفوں کو دور کرنے والا یہاں تلکوئی جماعت اہل بدعت سے نہیں چھوڑی جس پر تیز دھار تلوار نہ اٹھائی ہو اور ان کو ذلت و خواری کی سزا نہ دی ہو۔

صاف ظاہر ہے۔ کہ انکار حیات النبیؐ کا فتنہ ۴۴۵ھ میں اٹھا۔ اور وقت کی اسلامی حکومت نے بزور شمشیر منکرین حیات کا استیصال کیا۔

امام ابوالحسن اشعری کے جواب پر تفصیلی بحث

ا۔ امام نے فرمایا ''ان نبینا حی فی قبرہ'' فی قبر کی قید اس لئے لگائی کہ ایمان نبوت اور رسالت اوصاف ہیں، جو قائم بنفسہ نہیں بلکہ قائم بغیرہ ہیں اور زندہ موصوف کو چاہتی ہے۔ قبر برزخ میں جب نبی و رسول متوطن ہوئے تو نبی کو اپنی نبوت کا علم ہونا لازمی فرض ہے۔ رسول کو اپنی رسالت کا علم اور مومن کو اپنے ایمان کا علم ہونا فرض ہے۔ اور علم چاہتا ہے حیات کو جب برزخ میں نبی و رسول ہیں تو زندہ ہونا از خود ثابت ہو گیا۔ اسی لئے امام نے فرمایا کہ رسول خدا ہمیشہ کے لئے نبی اور رسول ہیں۔

اس پر اعتراض ہو سکتا تھا کہ جب فوت ہو گئے تو نبوت کیسے باقی رہی نبوت و رسالت کی صفات تو موصوف زندہ کو چاہتی ہے جب نبی مر گیا تو نبوت ختم ہو گئی اس لئے امام نے جواب دیا کہ نبی زندہ ہیں جب زندہ ہیں تو نبوت و رسالت منقطع بھی نہیں ہوئی اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو شخص برزخ میں انبیاء کا عقیدہ نہیں رکھتا و یقیناً نہ رسالت رسول کا قائل ہے نہ نبوت کا قائل ہے، اور رسالت و نبوت کا انکار صریح کفر ہے لہٰذا برزخ میں حیات انبیاء کا انکار صریح کفر ہے۔

اب ذرا نیلوی صاحب متوجہ ہوں۔ آپ سے مطلقاً بدن وجسد رسول کی نبوت ورسالت سے منکرین جیسا آپ کی پوتھی ندائے حق سے آپ کا عقیدہ بیان کیا جاچکا ہے، اب بتایئے کہ ندائے حق کے مصنف کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟

امام ابوالمظفر اسرائنی کا فتویٰ تو نقل کر آیا ہوں کہ یہ شخص اسلام سے خارج ہے مگر آپ بھی تو ''امام وقت'' ہیں ذرا آپ بھی اپنا فتویٰ سنائیں۔

ایک تاریخی واقعہ:

نسیم الریاض ۱:۱۶۳ پر نقل کیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں وکیع بن جراح نے تقریر میں کہا ہے کہ رسول خدا کو دیر سے دفن کرنے کی وجہ سے آپ کا پیٹ مبارک پھول گیا تھا آپؐ کی انگلیاں ٹیڑھی ہوگئیں تھیں اور آپؐ کے ناخن سبز ہوگئے تھے''

اس تقریر کو حاکم عثمانی کے سامنے پیش کیا گیا کہ اس شخص کو دار پر چڑھا کر قتل کیا جائے اس نے رسول خداؐ کی توہین کی ہے بادشاہ کے سامنے سفیان بن عینیہ نے سفارش کی اور وکیع بن جراح کو مکہ سے نکال دیا گیا۔ وہ مدینہ منورہ روانہ ہوگیا بعد میں حاکم کو سخت پشیمانی ہوئی اور صدمہ ہوا کہ کیوں چھوڑا۔ چنانچہ فوری طور پر حاکم مدینہ کو لکھا کہ جب وکیع ابن جراح مدینے میں داخل ہو تو اسے فوراً پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ وکیع کو کسی نے راستے میں اطلاع دے دی وہ بھاگ کر کوفہ چلا گیا (واقعی ایسے لوگوں کے لئے مناسب جگہ وہی ہے)

وکیع کی بکواس کا ماحصل یہ ہے کہ:

۱۔ اس نے عقیدہ ظاہر کیا کہ انبیاء عالم برزخ میں زندہ نہیں۔

۲۔ ایسے عقیدوں والے کی سزا شریعت نے دو قسم کی رکھی ہے۔

اول یہ کہ وہ کافر ہے، مرتد ہے۔

دوم یہ کہ واجب القتل ہے۔

شرح شفائے قاضی عیاض ۲:۱۶۳ پر سے بقدر ضرورت نقل کرتا ہوں۔

پوری عبارت حیات انبیاء کے ۱۵۴۔۱۵۵ ص پر ملاحظہ ہو۔

لما حدث وکیع لھذا بمکہ رفع الی الحاکم العثمانی فارادصلبہ علی خشبتہ نصبحا خارج الحرام فتشفع فیہ سفیان بن عینیہ اخلقہ ثم ندم علیٰ ذلک ذھب وکیع المدینۃ فکتب الحاکم الیٰ اھلما اذاقدم الیکم فارجمرہ حتیٰ قتل فاما بردلہ بعض الناس برید بذلک فوحج کوفتہ خیفتہ من القتل مکان المفتی بقتلہ عبد المجید بن رواد۔

ترجمہ: وکیع بن جراح نے جب یہ فیصلہ رسول خدا کے متعلق بیان کیا تو حاکم مکہ مکرمہ تک یہ پہنچایا گیا۔ حاکم عثمانی نے یہ حکم دیا۔ اس کو سولی پر قتل کرنے کا، حرم کے باہر لکڑی نصب کی گئی تو سفیان بن عینیہ نے سفارش کی تو چھوڑ دیا گیا پھر حاکم عثمان پریشان ہوا چھوڑنے پر اور وکیع مدینہ منورہ چلا گیا سو حاکم نے مدینہ منورہ میں خود لکھا کہ جب یہ وکیع آئے تو اس کو پتھروں سے رجم کرنا حتیٰ کے یہ مر جائے۔

انکار حیات انبیاء کے یہ چند واقعات سامنے آئے ہیں۔

۱۔ فرقہ کرامیہ جن کا اپنا عقیدہ یہی ہے سلطان غزنوی کے سامنے اس عقیدہ رکھنے والے کو بہت بڑا بدعتی اور کافر کہا۔

۲۔ سلطان غزنوی نے انکار حیات انبیاء کا عقیدہ رکھنے والے کو واجب القتل قرار دیکر اسے قتل کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔

۳۔ نسیم الریاض کی عبارت سے مفتی حرمین شریفین کا ایسے عقیدہ والے کے حق میں فتویٰ قتل دینا۔

۴۔ بادشاہ کا اس کو قتل کرنے کا حکم دینا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے کہ انکار حیات انبیاء ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا قتل ہے اور یہ عقیدہ رکھنے والا مرتد اور کافر ہے۔

مسلمانو! یہ جو مردود ٹولہ انبیاء کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتا ہے یہ مردود تمہارے امام اور خطیب واعظ اور مبلغ بنے ہوئے ہیں یہ تمہارے ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے ہیں دیوبندی بن کر چندہ اکٹھا کرتے ہیں پھر دیوبندیوں کو مشرک بھی کہتے ہیں، سوچو کیوں اپنا ایمان اور اپنی نمازیں خراب کرتے ہو۔

(تمت)